ادار یہ:

عہد حاضر اور ہم

اس سوچ میں کلیاں زرد ہوئیں اس فکر میں غنچے سوکھ گئے
آئین گلستاں کیا ہوگا دستور بہاراں کیا ہوگا

کسی ملک وملت کا استحکام اس کی داخلی وخارجی حیثیت سے وابستہ ہے، داخلی طور پر ان معنوں میں کہ اس کے باشندگان وافراد میں مکمل اتحاد ویکجہتی قائم ہو، اوران کا ایک مربوط ومتحد پلیٹ فارم ہواور یہ سارا کھیل ایک اعلیٰ وارفع اور مضبوط سیرت کی قیادت کی سرکردگی میں کھیلا جارہا ہو۔ان افراد میں علمی یک رنگی ومساوات ہی نہ ہو بلکہ ایک دوسرے کی کامل محبت وغمخواری بھی موجود ہو۔ان میں کوئی ایک فرد یا طبقہ کسی دوسرے کے لئے حسد وعناد کا موجب نہ ہواور نہ ان میں کوئی خفیہ دشمن سازشی یا شاکی موجود ہو۔ بلکہ سب بنیان مرصوص کی طرح اپنی منزلیں طے کرتے جارہے ہوں، ان تمام کی بنیادی ضرورتیں کماحقہ پوری ہورہی ہوں اور کوئی وجہ پریشانی وبدحواسی کی موجود نہ ہو، پوری کی پوری قوم تربیت یافتہ، اوراہم مسائل زندگی کو سمجھنے والی ہو بھلے برے کا واضح شعور رکھتی ہواور آسانی سے فریب نہ کھاسکتی ہو، اس قوم کا ایک واضح اوراحسن نصب العین ہو جس کے حصول کے لئے اس میں سچی تڑپ پائی جاتی ہو۔اس کا اخلاق قابل اعتماد وتقلید ہو، وہ اتنی ذہین ہو کہ اس کائنات میں بکھرے ہوئے اسباب کو خوب سمجھ کران سے پورا پورا استفادہ کرسکے۔

اس کی عقل جامد نہیں بلکہ تمام زمان ومکان کے تقاضوں کو سمجھ کران کے مطابق چل سکتی ہو، الغرض وہ تمام مادی وروحانی اسباب سے اتنی آراستہ ہو کہ اس کی طرف کوئی آنکھ اُٹھا کر نہ دیکھ سکے۔خارجی طور پراس کا استحکام اس بات میں ہے کہ کوئی دوسری قوم اس پر دست درازی کی ہمت اپنے اندر نہ پائے، اور وہ ایسے بین الاقوامی وقار کی مالک ہو کہ اس کا وجود جہاں ایک طرف پر ہیبت ہو وہاں دنیا والوں کے لئے باعث اطمینان وراحت بھی ہو۔

وہ مقلد و مقتدی نہیں بلکہ رہبر و پیشوا کی حیثیت رکھتی ہو۔ اس کا اپنا جداگانہ اور مستقل تمدن اور معاشرہ موجود ہو، جس میں دوسروں کی نقالی نہیں، بلکہ جہاں والوں کے لئے تقلید کا سامان مہیا کیا گیا ہو، وہ دوسروں کے لئے ایک نمونہ بن جائے اس کے مدبرین الاقوامی رفتار کو خوب سمجھتے ہوں اور اس کو اپنی ڈھب پر لے چلنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ دنیا کی نبض ان کے ہاتھ میں ہو نہ کہ وہ دوسروں کی لکیر پیٹنے والے اور اغیار کے جنبش آبرو کے اشاروں پر رقص کرنے والے ہوں۔

استحکام کا یہ ایسا تخیل ہے جس سے اختلاف کی گنجائش نہیں، ان نکات میں اضافہ تو کیا جاسکتا ہے، مگر اس کے برعکس یا اس کے بغیر استحکام کی کوئی اور صورت ممکن نہیں بتائی جاسکتی اور اگر کوئی ممکن سمجھتا ہے تو وہ نادانوں کی مخلوق سے ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ آیا کوئی نسخہ ایسا ہے جو ان خطوط پر انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اوّل تو ممکن نہیں کہ کسی نے کوئی ایسا نسخہ تجویز کیا ہو اور نہ اس کے نشان آج دنیا کی کسی قوم میں ملتے ہیں تاہم اگر ایسا ہو بھی تو وہ قوم جو ملت اسلامیہ کہلاتی ہے اس پر مجبور ہے کہ وہ دنیا جہاں سے بے نیاز ہو کہ اس نسخہ کی طرف رجوع کرے جو اس سے ایک فطری مناسبت رکھتا ہے۔

آج ہمارے ملک کے کونے کونے سے (پریس سے، اسٹیج سے، حکوت کے ایوانوں سے، اور گلی کوچوں سے) یہ آواز اُٹھ رہی ہے کہ پاکستان کی اوّل و اہم ضرورت اس کا استحکام ہے۔ اس کی اہمیت مسلمہ، مگر سوال یہ ہے کہ یہ کیوں کر ہو؟ اور اس کے امکانات ہمیں کہاں سے اور کس زاویہ نظر سے ڈھونڈنے کی کوشش کرنی چاہیئے، ہم دوسروں کو بڑے فخریہ لہجہ میں یہ کہا کرتے ہیں کہ دنیا کی ضروریات اور مشکلات و مسائل کا واحد حل اسلام ہے۔ یہ نعرہ ہم لندن و نیویارک تک میں بلند کرنے سے نہیں ہچکچاتے، مگر کہنا یہ ہے کہ جس اسلام کی حجت ہم دوسروں پر اس شدت سے قائم کرتے ہیں کیا اس اسلام کا خود ہم پر یہ حق نہیں کہ ہم خود اپنے مسائل کے لئے بھی صرف اسی کی طرف رجوع کریں اور یوں اسلام کی صداقت کا اظہار محض زبان سے نہیں اپنے عمل سے دنیا پر کریں؟

آیئے اور معلوم کیجئے کہ اسلام بالخصوص سیرت طیبہؐ اس امت کے استحکام کے لئے کیا

نسخہ پیش کرتی ہے، سورۃ الحج کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس نسخہ کو یوں رقم کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ارْكَعُوا وَاسْجُدُوا وَاعْبُدُوا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ ط هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ ط هُوَ سَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلُ وَفِي هَذَا لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ ج فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَاعْتَصِمُوا بِاللَّهِ ط هُوَ مَوْلَاكُمْ ج فَنِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ○(۱)

اے ایمان والو! رکوع اور سجود بجالاؤ اور بندگی کرو اپنے رب کی اور نیک عمل کرو، تاکہ تمہیں استحکام (فلاح) نصیب ہو، اور اللہ کے معاملہ میں اس غور وفکر اور جدوجہد سے کام لو، جس کی کہ اللہ کی ذات حق دار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہی تمہیں سربلند کیا ہے اور دین کے بارے میں تم پر تنگی اور نقصان کی کوئی بات نہیں رکھی۔ تمہاری ملت اسوۂ ابراہیمی پر اٹھائی گئی ہے۔ اسی نے سب سے پہلے تمہارا لقب مسلمان رکھا تھا۔ یقیناً جس طرح یہ رسول ﷺ تم پر اس حق کا گواہ اور نمونہ ہے اسی طرح تم ساری دنیا کے سامنے حق کا عملی نمونہ ہو، نماز قائم کرو زکوۃ دو اور ماسوا سے کٹ کر صرف اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑو کیونکہ صرف وہی تمہارا مولا ہے کہ اس سے بہتر والی اور ناصر کوئی نہیں ہوسکتا۔

غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بلالحاظ مکان و زمان امت مسلمہ کے لئے استحکام کا وہ نسخہ عطا فرمایا ہے جو پانچ امور پر مشتمل ہے:

۱۔اخلاق ،۲۔اتحادو تنظیم ،۳۔صالح قیادت ،۴۔شہادت حق اور اقامت دین کا نصب العین ،۵۔ ماسواء سے برأت۔

پاکستان کے قیام کو ۶۲ سال سے زیادہ کا عرصہ گزر گیا ہے۔ہم جہاں عملی میدان میں پاکستان کی کامیابیوں اور نارسائیوں ،ترقیوں اور کوتاہیوں ،پیش قدمیوں ،جمود یا رجعتوں کی مکمل بیلنس شیٹ تیار کریں اور خود اپنا احتساب کریں ،وہاں ہم کو نظریۂ پاکستان کے حوالے سے بھی دیکھنا چاہیے کہ ان برسوں میں وہ ارتقاء اور تنزل کے کن کن مراحل سے گزرا۔ہم نے کس حد تک اس نظریہ کو اپنایا اور کہاں کہاں مخالف سمت میں نکل گئے۔

نظریۂ پاکستان: نظریۂ پاکستان دراصل دورِ حاضر کی لادینی تہذیب کے خلاف مکمل اعلان بغاوت ہے ،جو تہذیب انسانوں کے تمام معاملات ،بالخصوص ان کے اجتماعی معاملات کو کسی آسمانی ہدایت کے تابع بنانے پر رضامند نہیں۔اس تہذیب نے مسیحیت ،اسلام اور بدھ مت کی روحانی مابعد الطبیعی اور اخلاقی اساسیات پر مبنی عالمگیر ریاستوں کو ختم کر کے جغرافیائی ،لسانی ،لونی اور نسلی بنیادوں پر قائم ہونے والی قومی ریاستوں کو جنم دیا۔اس تہذیب کی نگاہ میں کسی مذہب کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے مذہبی عقائد کی بنیاد پر کوئی سیاسی وحدت یا اجتماعیت قائم کرے۔

چنانچہ علامہ اقبالؒ نے تہذیب جدید کے اسی پہلو پر شدید تنقید کرتے ہوئے قومیت اور وطنیت کو تہذیب نو کا تراشیدہ سب سے بڑا بت قرار دیا تھا۔حضرت علامہ کو اس بت پر ایمان لانے اور اس کی پوجا کرنے کے خطرناک نتائج کا بخوبی ادراک تھا۔انہوں نے اس کے تباہ کن اثرات کو صاف صاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے   جو پیراہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

مگر یہاں تہذیب سے مراد وہ مذہب نہیں جو انسانوں کی طرف انفرادی زندگی کو اپنے تابع بنا کر اور پوجا پاٹ کے چند مراسم کا مطالبہ کر کے راضی ہو جاتا ہے ،بلکہ اس سے مراد وہ دین ہے جو انسانوں کے انفرادی معاملات کی طرح ان کے اجتماعی معاملات کو بھی اپنے تابع بنا کر رکھنا

چاہتا ہے۔ بقول علامہ اقبالؒ:

ملت مارا اساس دیگر ست ایں اساس اندر دل ما مضمر ست
لا الہ سرمایۂ اسرارِ ما رشتہ اش شیرازۂ افکارِ

یعنی میری ملت کی بنیاد وطنیت اور قومیت سے ہٹ کر دوسری ہے، یہ بنیاد میرے دل میں مخفی ہے۔ لا الہ الا اللہ میرے تمام اسرار کا سرمایہ ہے۔ میرے افکار کی وحدت اسی رشتہ سے قائم ہے۔

تہذیب نو کے اس بت کو خاک میں ملانے کا جو پیغام علامہ اقبالؒ نے مسلمانوں کو دیا تھا اسی پیغام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے علامہ نے مسلم لیگ کے اجلاس الہ آباد میں یہ تجویز پیش کی کہ ہندوستان کے ان علاقوں پر مشتمل ایک الگ حکومت قائم کی جائے، جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے،اس طرح انہوں نے وطنی قومیت کی نفی کرتے ہوئے مسلمانوں کو اپنی ثقافت کی بنیاد پر جداگانہ قومیت کا علمبردار بن کر آگے بڑھنے کی راہ دکھائی۔

وطنی قومیت سے بغاوت کر کے دین وثقافت کی بنیاد پر قائم ہونے والے مسلم معاشرہ کی علیحدہ اور جداگانہ قومیت کا دعویٰ ہی درحقیقت نظریۂ پاکستان کی اساس ہے۔اس نظریہ کے مطابق برصغیر کے مسلم عوام دنیا کے سامنے یہ دعویٰ لے کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ وہ کوئی مذہبی اقلیت نہیں ہیں، بلکہ غیر مسلموں سے علیحدہ ایک قوم ہیں جن کو ایک علیحدہ خطۂ زمین میں اپنی حکومت قائم کرنے کا حق ملنا چاہئے۔

چنانچہ برصغیر کے تمام مسلمانوں کی حکومت ہی کا نام پاکستان تجویز کیا گیا خواہ یہ مسلمان پاکستان کی مجوزہ حدود کے اندر آباد ہوں یا اس حصے میں رہتے ہوں جہاں غیر مسلموں کی اکثریت کی حکمرانی ہونی تھی۔ مسلم قومیت کے اس نعرے اور پاکستان کے اس نام میں ایسا جادو تھا کہ برصغیر کے تمام مسلمان اپنے تمام فرقہ وارانہ، لسانی، نسلی اور علاقائی اختلافات فراموش کر کے مسلم لیگ کے سبز ہلالی پرچم کے نیچے جمع ہو گئے اور حصول پاکستان کی عظیم جدوجہد میں دل و جان سے شریک ہو گئے۔ اس نظریہ کی قوت کا اندازہ اس سے لگایئے کہ اس مطالبہ کو لے کر اٹھنے میں

اس کو متعصب ہندوؤں اور اسلام دشمن انگریزوں سے منوانے میں اور اس کے لئے قربانیاں دینے میں ان صوبوں کے مسلمان بھی نہ صرف شریک بلکہ پیش پیش رہے، جن صوبوں میں غیر مسلموں کی اکثریت تھی اور جو اسی بنیاد پر مجوزہ پاکستان میں شامل نہیں ہو سکتے تھے۔ یعنی وہ مسلمان جو آج ہندوستان میں ہیں ان کا بھی پاکستان پر اتنا ہی حق ہے جتنا کسی پاکستانی کا۔

پانچ چھ سال کی مختصر مدت میں جب مسلمانوں نے انگریزوں اور ہندوؤں پر یہ واضح کر دیا کہ وہ اپنے اس مطالبہ کو حاصل کر کے ہی دم لیں گے۔ تب انہوں نے اس مطالبہ کو تسلیم تو کر لیا مگر ایسی تدابیر پر عمل درآمد شروع کر دیا کہ پاکستان کا تجربہ جلد از جلد ناکام ہو جائے اور برصغیر کے مسلمانوں کو بالآخر وطنی قومیت کا جزو بنا لیا جائے۔ اس سلسلے میں جو سازشیں اور کوششیں کی گئیں، ان کا سلسلہ تو طویل ہے اور ان سب کا تذکرہ کرنا مقصود بھی نہیں، تاہم چند سازشوں اور کوششوں کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ وہ ہندو جو بھارت کی تقسیم کا نام سننے کو بھی تیار نہ تھے اور بھارت کی سرزمین کو گاؤ ماتا کی طرح مقدس سمجھتے تھے، انہوں نے جب دیکھا کہ اب پاکستان بننے کو کوئی نہیں روک سکتا، تو انہوں نے مجوزہ پاکستان کو لولا لنگڑا بنانے کے لئے پنجاب، بنگال اور آسام کی تقسیم کا مطالبہ کر دیا تا کہ یہ کٹا پھٹا پاکستان چار دن بھی قائم نہ رہ سکے اور انگریزوں کی مسلم دشمنی کا یہ شاہکار ہے کہ انہوں نے ہندوؤں کے اس غیر معقول مطالبہ کو فوراً تسلیم کر لیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غیر منقسم ہندوستان بالخصوص پنجاب میں بھیانک فسادات پھوٹ پڑے۔ بے گناہ آبادی کا قتل عام ہوا اور کروڑوں انسانوں کو، جن میں جوان مردوں کے علاوہ لاکھوں بوڑھے، پردہ نشین خواتین اور معصوم بچے بھی شامل تھے، نہایت بے سروسامانی کی حالت میں اپنا گھر بار چھوڑ کر ترکِ سکونت پر مجبور ہونا پڑا۔

۲۔ پھر انگریزوں نے تقسیم کا یہ کلہاڑا صوبوں پر ہی نہیں بلکہ مذموم مقاصد کے لئے ضلعوں پر بھی چلایا۔ چنانچہ گورداسپور ضلع کی بعض تحصیلیں بھارت کو کاٹ کر اس لئے دی گئیں

تا کہ کشمیر سے بھارت کا زمینی راستہ قائم ہو جائے اور اسی فی صد سے زاید مسلم اکثریت کے علاقے کشمیر کو بھارت میں شامل کرنے کا جواز پیدا کیا جا سکے۔

۳۔ غیر منقسم ہندوستان کی افواج، انتظامیہ اور اثاثوں کی تقسیم میں تاخیری حربے استعمال کر کے پاکستان کو طویل مدت تک ان سے محروم رکھا گیا اور اس تقسیم میں ڈنڈی بھی ماری گئی۔

۴۔ گاندھی جی جیسے لیڈر نے جو تعصب سے بالکل پاک ہونے کے دعویدار تھے، سندھ کے غیر مسلموں کو ہدایت کی کہ وہ فوراً سندھ چھوڑ کر بھارت آ جائیں۔ حالانکہ اس صوبے میں غیر مسلموں اور مسلمانوں کے درمیان کوئی بڑی کشیدگی نہ تھی، بلکہ ان کے باہمی تعلقات نہایت اچھے تھے۔ لیکن گاندھی جی کی طرف سے یہ ہدایت اس لئے دی گئی کہ چوں کہ سندھ کی انتظامیہ، سندھ کی صنعت وتجارت اور سندھ کے بڑے شہروں کی رونق غیر مسلموں کے دم سے ہے اس لئے اگر یہ لوگ سندھ سے نکل گئے تو نہ صرف سندھ بلکہ نوزائدہ ملک پاکستان بتاشے کی طرح بیٹھ جائے گا۔

۵۔ بھارت کے ان علاقوں سے مسلمانوں کو بے سروسامانی کی حالت میں پاکستان کی طرف دھکیلا گیا، جن علاقوں میں مسلمان صدیوں سے رہتے تھے، مگر اقلیت میں تھے۔

استحکامِ نظریہ پاکستان: پاکستان کا وجود میں آنا عالم اسلام کی بیداری کا پیغام بن گیا، عالم اسلام جس کے شیرازے کو وطنیت اور قومیت کے نعروں میں پھنسا کر مغرب کے شاطروں نے پارہ پارہ کر دیا تھا۔ نظریۂ پاکستان کی کامیابی سے برآمد ہونے والے قدرتی نتیجے کے طور پر اسلامی نظریۂ حیات کو بھی اجتماعی معاملات میں مؤثر کردار ادا کرنے کا موقع ملا۔ جیسا کہ معلوم ہے اسلامی نظریۂ حیات کی اساس اللہ تعالیٰ کی حاکمیت مطلقہ اور بندوں کی طرف سے اطاعت پر قائم ہے۔ اس نظریہ کی سب سے بڑی اور سب سے نمایاں کامیابی ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو سامنے آئی جب پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی نے جس میں بانیانِ پاکستان موجود تھے، قراردادِ مقاصد پاس

ہوئی۔ اس قرارداد میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ اور پاکستان کے اقتدار و اختیار کو ایک مقدس امانت قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر اس کو استعمال کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے۔ پھر جب ۱۹۷۳ء میں پاکستان کا دستور منظور ہوا تو سخت مخالفانہ حالات کے باوجود اس میں کتاب وسنت کے خلاف قانون سازی کو روکنے اور کتاب وسنت سے متصادم قوانین کو منسوخ کرنے کا اصول تسلیم کیا گیا۔(۲)

نظریہ پاکستان سے انحراف: جس جذبہ نے ہمیں ایک کردیا وہ اسلام کا جذبہ تھا۔تحریک پاکستان کی پشت پر نعرہ تھا:''پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ''لیکن ہماری سب سے بڑی اور اصل غلطی یہ ہے کہ ہم نے قیام پاکستان کے بعد اس جذبے کی نفی کردی، بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ اس کا گلا گھونٹ دیا۔

یہ حقیقت ہے کہ ہم نے دنیا کے سامنے پاکستان کو ایک جدید سیکولر ریاست کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے، چنانچہ اس کا پہلا وزیر قانون ایک ہندو اور پہلا وزیر خارجہ ایک قادیانی مقرر کیا گیا، ہمارے زوال کے پس منظر میں اصل بات ہی یہ ہے۔یہ سو غلطیوں کی ایک غلطی ہے۔

یوپی کے کچھ علاقوں میں جہاں مسلم تہذیب کا غلبہ تھا ہندوؤں میں ایک رسم تھی کہ جب کوئی شخص نزع کی حالت میں بہت دیر تک رہتا اور اس کی جان نہ نکل رہی ہوتی تھی، اس وقت اسے کہا جاتا تھا کہ بھائی ''ان کہنی'' کہہ دے تاکہ تیری جان نکل جائے۔جب وہ ''لا الہ الا اللہ'' کہہ دیتا تھا تو اس کی جان نکل جاتی تھی۔سو یہ ''ان کہنی'' ہے جو قرارداد مقاصد کی صورت میں کہی گئی ہے۔

اس کا جو دوسرا بہت بڑا نتیجہ نکلا وہ یہ کہ دستور بنانا ہمارے لئے ناممکن ہوگیا۔اس لئے کہ مغربی جمہوریت کا اصول تو "One man one Vote" ہے،اور یہ اس کا ایسا اصول ہے جس کی آپ کسی صورت میں خلاف ورزی نہیں کرسکتے۔آپ کس کو نظر انداز کریں گے اور کس کا حق غصب کریں گے؟ جبکہ ہمارا حال یہاں یہ تھا کہ For all practical

purposes مغربی پاکستان ہی گویا کہ اصل پاکستان ہے۔ رقبہ دیکھئے ترقی کے امکانات دیکھئے! ذرائع و وسائل دیکھئے اور عالم اسلام کے ساتھ متصل ہونا دیکھئے، گویا اصل پاکستان اور Primary Pakistan یہ بنتا ہے۔ اس کے مقابلے میں مشرقی پاکستان تو ایک جزیرہ تھا اس کے ایک طرف برما دوسری طرف بھارت ہے۔ اس کے علاوہ رقبہ محدود تھا اور آبادی بے انتہا۔ یہاں کی آبادی وہاں کے مقابلے میں بہت کم تھی۔

چنانچہ جو قرار داد مقاصد پاس ہوئی تو ساتھ ہی ایک Basic principles commitee بنادی گئی کہ اب اس ملک کے لئے جو دستور ہمیں بنانا ہے اس کے بنیادی اصول کیا ہوں گے؟

حیرت کی بات ہے کہ ملک کا دستور ہی نہیں بن رہا تھا۔ بہرحال! ایک بات نوٹ کیجئے کہ مغربی پاکستان میں شامل صوبوں سندھ، پنجاب، سرحد اور بلوچستان کے لوگوں کے درمیان فرق و تفاوت اتنا نہیں ہے، جتنا مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کے لوگوں میں تھا۔ وہاں تو سرے سے کوئی قدر مشترک سوائے مذہب کے تھی ہی نہیں۔ زبان لے لیجئے، لباس لے لیجئے، یہاں تک کہ جس شے کا بھی نام لیں وہ ہم سے مختلف ہے۔ یہاں کی عورتوں کے لباس اور وہاں کی عورتوں کے لباس میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ پٹھان اور بلوچی عورت تو ایک بنگالی مسلمان عورت کو ویسے ہی برہنہ سمجھے گی۔ اصل رشتہ اسلام کا تھا، لیکن اس کی ہم نے نفی کی۔

تیسری اور بہت بڑی غلطی ہم سے قومی زبان کے تعین کے ضمن میں ہوئی، جو دراصل دوسری غلطی ہی کا تتمہ ہے۔ تحریک مسلم لیگ کے دوران تو معاملہ یہ تھا کہ اردو ہی پاکستان کی اور مسلم لیگ کی زبان ٹھہری۔

سکھ کے ساتھ جھگڑا قربانی اور جھٹکے کا تھا اور ہندو کے ساتھ ہندی اور اردو کا۔ پاکستان بننے کے بعد معلوم ہوا کہ تحریکی کے دور کا جذباتی معاملہ اور اس کی فضا اور ہوتی ہے جبکہ حقائق کچھ اور ہوتے ہیں۔ پاکستان کی سرکاری زبان کیا ہو؟ یہ بہت اہم مسئلہ تھا۔ اس وقت اردو کو سرکاری اور قومی زبان کے طور پر ٹھونسنے کی بہت بڑی غلطی کی ذمہ داری ہماری اعلیٰ قیادت کی ہے، مشرقی

پاکستان میں ’’بنگلہ بھاشہ‘‘ کی تحریک اردو کو زبردستی مسلط کرنے کا ردعمل تھا۔ مغربی پاکستان میں بھی سندھی زبان کسی صورت میں بھی اردو زبان کی بالادستی گوارا کرنے کو تیار نہیں تھی۔ یہ حقائق ہیں جن سے کبھی بھی آنکھیں چرانا نہیں چاہئیں اردو کی بالادستی پشتو مان لے گی، پنجابی تو مانے ہی ہوئے ہے، بلکہ پنجاب کی تو زبان ہی اردو ہے۔ سب چیزوں کا جو نتیجہ نکلا اس کے لئے انگریزی زبان کا ایک لفظ Disitusionment کافی ہے۔ یعنی لوگوں کی خوش فہمیاں دور ہونے لگیں اور وہ سوچنے لگے کہ یہ کہاں کا اسلام ہے؟ یہ ملک کس لئے بنا تھا اور ہم کدھر جا رہے ہیں؟ بنگال میں ایک لمبے عرصے تک خواجہ ناظم الدین وزیر اعلیٰ رہے۔ مسلم لیگ کی حکومت یہاں ایک دن کے لئے بھی نہیں بنی، سرحد میں آخری وقت تک کانگریس کی حکومت تھی۔ لے دے کے اگر کوئی تھا تو اس پاکستان میں صرف سندھ تھا جہاں مسلم لیگ کی منسٹری تھی۔ یہی صوبے تو ’’پاکستانی اور مسلم لیگی‘‘ صوبے تھے۔ ہمارے جو C.S.P. آفیسرز وہاں جاتے تھے ان کا رویہ اور کردار بالکل نو آبادیاتی نظام کی عکاسی کرتا تھا جو اکثر و بیشتر انہیں نفرت کے ساتھ ہی دیکھتے تھے۔ (سی ایس پی افسران کی ٹریننگ اور ملکی ترقی یا تنزل میں ان کا رول مستقل ریسرچ کا موضوع ہے)

چوتھی بڑی غلطی مارشل لاء کا نفاذ ہے۔ گویا جلتی پر تیل کا کام مارشل لاء نے کیا۔ مارشل لاء کا مطلب فوج کی حکومت ہوتا ہے اور فوج صرف مغربی پاکستان کی تھی، مشرقی پاکستان کا اس میں کوئی حصہ نہیں تھا، گویا فوجی حکومت کا مطلب مشرقی پاکستان پر مغربی پاکستان کی حکومت تھا۔

چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ’’ہم نے پنجابیوں کا غلام بننے کے لئے پاکستان نہیں بنایا تھا‘‘ ان کی یہ دلیل قوی تھی، جسے آج بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ فوج کی حکومت کیوں آئی؟ یہ اس لئے آئی کہ مسلم لیگ پارٹی نہیں تھی، وہ تو ایک تحریک تھی اور تحریک کا اصول یہی ہوتا ہے کہ ایک دفعہ مقصد حاصل ہو جائے تو پھر ختم ہو جایا کرتی ہے۔ مسلم لیگ کے مقابلے میں کانگریس ایک پارٹی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ طویل عرصہ تک بھارت میں اس کی حکومت رہی ہے۔

اس حقیقت کو بہرحال ماننا پڑے گا کہ مسلم لیگ ایک پارٹی نہ تھی۔ خود قائداعظم کہتے تھے کہ میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں۔ اب اس سے بڑی گواہی اور کس کی درکار ہے؟ لہٰذا

پاکستان بن گیا اور مسلم لیگ تحلیل ہوگئی۔تھوڑا عرصہ سول بیوروکریسی نے عیش کیے اس کے بعد آرمی نے نظم ونسق سنبھال لیا۔لیکن اس کے نتیجے میں احساس محرومی شدت سے ابھرا۔اور پھر جو اعداد وشمار آتے تھے ان کی بنیاد پر یہ کہا جانے لگا کہ ہماری کل آمدنی کا اتنا بڑا حصہ فوج پر خرچ ہوتا ہے جبکہ فوج ساری مغربی پاکستان کی ہے،تو مشرقی پاکستان کی حیثیت ہمارے لئے Parasite کی ہے، یہ کھاتے ہیں،کماتے ہم ہیں۔(۳)

اس ضمن میں پانچویں غلطی دارالحکومت کا کراچی سے اسلام آباد منتقل ہونا تھی،جس نے گویا آخری کیل ٹھونک دی۔کراچی ایک Consmopotian شہر تھا۔ چنانچہ مشرقی پاکستان کے ساتھ اس کے روابط سمندری اور بحری بھی تھے،لیکن کراچی سے دارالحکومت اسلام آباد منتقل کیا گیا۔اسی وقت مخلص مشرقی پاکستانیوں نے کہہ دیا تھا کہ یہ پاکستان کی تقسیم کا نقطہ آغاز ہے۔

مذکورہ بالا غلطیوں کے علاوہ ہماری آخری اور ہمالیہ جیسی غلطی جس نے باقی ساری غلطیوں کے اوپر مہر تصدیق ثبت کردی وہ ہمارا حقائق کو تسلیم نہ کرنا ہے۔۵۴ء میں یہ معلوم ہو چکا تھا کہ مشرقی پاکستان کی فضا بدل چکی ہے۔لیکن مسئلہ کی اصل حقیقت کو سمجھے بغیر طاقت کا استعمال کرنا ہماری وہ آخری غلطی ہے کہ جس نے سارے معاملے کو اپنے آخری منطقی انجام تک پہنچادیا۔

۱۔ نظریۂ پاکستان سے انحراف کا سب سے المناک قدم وہ ہے جس کی رو سے ہم نے وطنی قومیت کے خلاف لڑکر برصغیر کے مسلمانوں کی علیحدہ قومیت کا جو مطالبہ تمام دنیا سے منوایا تھا، پاکستان کے لئے اسی نظرئے کو اپنانے کا اعلان کردیا۔سب سے زیادہ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ یہ اعلان پاکستان بنانے والے لیڈروں نے خود کیا۔انہوں نے مسلم اور غیر مسلم دو قومیتوں کے نظریہ کو ترک کرکے پاکستانی اور بھارتی دو قومیتوں کے نظریئے کو اپنانے کا فیصلہ کر ڈالا۔اس انقلاب حال کے وطن پر بہت ہی خطرناک نتائج برآمد ہوئے: مثلاً:

الف) مسلم قومیت کے ''نقطۂ ماسکہ'' سے دور ہونے کے بعد پاکستانیوں نے صوبائی اور لسانی قومیتوں کے اندر اپنی شناخت کی تلاش شروع کردی۔جس کے نتیجے میں

بنگالی، بلوچی، سندھی، پشتو اور بالآخر مہاجر قومیت کے نعروں اور تحریکوں نے پاکستان کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔

ب) برصغیر کے دو کروڑ مسلمان جنہوں نے حصول پاکستان کی جدو جہد میں شانہ بشانہ کام کیا تھا خود کو بالکل لاوارث سمجھنے لگے اور ہندوؤں کے متعصبانہ اقدامات کے سامنے بے بس ہو کر رہ گئے۔

ج) بھارت میں رہ جانے والے مسلمانوں کی حفاظت، آزادی اور مسلم ثقافتی ورثہ کی حفاظت سے بے نیازی نے ہماری قوم کی نظروں کے سامنے سے اصل دشمن کو ہٹا دیا اس کے نتیجے میں ہم خود معاشی اور مادّی مفادات کے لئے باہم دست و گریباں ہو گئے۔

۲۔ نظریۂ پاکستان سے انحراف اور روگردانی کا دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم نے پاکستان میں اسلامی نظریۂ حیات کے فروغ کے لئے کبھی یکسوئی سے کام نہیں کیا۔اس کے برعکس عوامی دباؤ کے تحت جو قدم بھی اٹھایا گیا اس میں پسپائی (یا بالفاظ دیگر منافقانہ روش) کی گنجائش ہمیشہ رکھی گئی۔مثلاً:

الف) اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کے اقرار کے ساتھ ساتھ ہم جمہور اور ان کی منتخب کردہ پارلیمنٹ کی بالادستی کا بھی تحفظ کرتے آئے ہیں۔

ب) کتاب و سنت کے خلاف قانون سازی کی اصولی طور پر مخالفت تسلیم کر لینے کے باوجود آئین میں ایسی گنجائش پیدا کی گئیں کہ عملاً پارلیمنٹ ہی بالادست رہی۔

ج) وفاقی شرعی عدالت قائم کرنے کے باوجود زندگی کے اہم ترین معاملات کو اس کے دائرہ اختیار سے باہر رکھا گیا۔

د) اسلامی قومیت کا علمبردار ہونے کے دعوے کے باوجود ہماری خارجہ پالیسی یکسوئی کے ساتھ اسلامی قومیت کے نظریہ سے ہم آہنگ نہیں رہی۔ چنانچہ ہم بین الاقوامی سیاست میں اکثر و بیشتر عالمی طاقتوں کا دم چھلا بنے رہے، انہوں نے بعض مسلم

حکومتوں کو کمزور کرنے کے لئے جو بھی اقدامات کئے ہم ان میں شریک رہے۔

ہ) ہمارا نظامِ تعلیم اور ہمارے نشریاتی ادارے یکسوئی کے ساتھ کبھی اسلام کے خادم نہ بن سکے، بلکہ ان کے اندر اگر دس فیصد بھی اسلام کی طرف جھکاؤ پیدا ہوا تو نوے فیصد اسلام سے بغاوت کا سلسلہ جاری رہا۔

غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ میں ہمارے تمام اسلامی اقدامات اسی دوعملی کا شکار رہے۔ زکوٰۃ وعشر کی وصولی کا قانون نافذ کیا گیا، مگر اس کی وصولی اور تقسیم میں متعدد نقائص چھوڑ دیئے گئے۔ زکوٰۃ تو وصول کی جاتی ہے عشر وصول نہیں کیا جاتا۔ منتخب نمائندوں کے لئے اسلامی صفات کی موجودگی کی شرائط عائد کی گئیں، لیکن ان شرائط پر پورے نہ اترنے والوں کی رکنیت کو ختم کرنے کے لئے کوئی مؤثر طریقہ نہ اپنایا گیا۔

ہمارا عمل یہ رہا ہے کہ

ایمان مجھے کھینچے ہے تو روکے ہے مجھے کفر

گویا کعبہ کو ہم نے محض دکھاوے کے لئے آگے تو کر رکھا ہے مگر کلیسا کی طاقتور زنجیریں اس راہ پر ہمیں آگے بڑھنے سے روکے ہوئے ہیں۔

۳۔ نظریۂ پاکستان کے ساتھ ہماری منافقانہ روش نے ہماری نئی نسل کو اسلام سے منحرف کر دیا اور ملک کو قومیتوں کے فساد اور فرقہ واریت کی آماجگاہ بنا دیا۔ جس کے نتیجے میں ہمارا ملک آج دنیا کے ترقی پذیر ممالک کی صف آخر میں اپنا مقام تلاش کرنے میں لگا ہوا ہے گدائی کشکول ہاتھ میں دشمن سینہ پر سوار ہے۔

اس موقع پر یہ بچا کھچا پاکستان بھی بالکل اس طور پر بچا تھا جس طرح کبھی کسی انسان کے بالکل برابر سے کوئی تیز کار یا ٹرک زناٹے کے ساتھ اس طرح گزر جائے کہ موت اور زندگی میں بال بھر کا فاصلہ رہ جائے اور انسان یہ محسوس کرے کہ جیسے فی الواقع اسے کسی نادیدہ ہاتھ نے ایک طرف دھکیل کر بچایا ہے۔

۱۹۸۳ء کے دوران اندرونِ سندھ کے ہنگامے اپنی وسعت وشدت اور تیزی وتندی

ہر اعتبار سے اکثر لوگوں کے نزدیک حیران کن اور تعجب خیز تھے، اس وقت اگر براہ راست مداخلت نہ سہی ذرا سی مدد بھی بھارت کی جانب سے ہنگامہ کرنے والوں کو مل جاتی تو پاکستان کا وجود شدید خطرے میں پڑ جاتا۔

اس لئے کہ پاکستان کا وہ علاقہ جو ہنگاموں سے متاثر تھا، بالخصوص میر پور ماتھیلو سے خیر پور میرس تک کی پٹی پاکستان کے جسم کے نرم و نازک پیٹ، Soft Underbelly کی حیثیت رکھتی ہے۔ چنانچہ اس علاقے میں اگر دو چار جگہوں پر ریلوے لائن اور ہائی وے کو کاٹ دیا جاتا تو گویا پاکستان کی شہ رگ Life Line کٹ کر رہ جاتی۔ چنانچہ اُن ہنگاموں کے دوران اس کی خبریں تو متعدد بار آئیں کہ گھوٹکی ریلوے اسٹیشن کو جلانے کے علاوہ متعدد مقامات پر ریل کی پٹڑیوں کو اکھاڑنے اور سلیپروں کو جلانے کی کوشش کی گئی، لیکن کہیں سے اس کی اطلاع نہیں ملی کہ ریلوے لائن کو ڈائنامائٹ سے اڑانے کی سعی کی گئی ہو۔

گویا وہاں جو کچھ ہوا خالص دیسی یا ''خانہ زاد'' Indigenous وسائل سے ہوا، بیرونی مداخلت یا امداد بظاہر موجود نہیں تھی۔ گویا مسز اندرا گاندھی صرف یہ انتظار ہی کرتی رہ گئیں کہ ہنگامے ذرا اور پھیل جائیں اور مداخلت کا واضح جواز پیدا ہوئے تو اقدام کیا جائے۔ اور ادھر پاکستان کی فوج اور دوسرے دفاعی وحفاظتی اداروں نے ہنگاموں پر قابو پالیا، بعد میں وہ اپنی اس 'چوک' کی تلافی کے لئے ابھی کسی بھرپور اقدام کی اسکیم بنا ہی رہی تھیں کہ خود اُن کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔

الغرض! نہ پاکستان کا قیام حالات وواقعات کی معمول کے مطابق پیش رفت کا نتیجہ تھا نہ اس بچے کھچے پاکستان کا اب تک قائم رہنا کسی عام حساب و کتاب کے مطابق ہے بلکہ اصل پاکستان کا ظہور و قیام بھی ایک ''معجزہ'' تھا اور موجودہ پاکستان کی تا حال حفاظت و صیانت بھی اسباب وعلل کے عام سلسلے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی خصوصی تدبیر وتصرف ہی کی مرہون منت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مستقل سنت ہے:

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی

لشدید(۴)

اگر تم ہمارے (انعامات پر) قدر شناسی اور احسان مندگی کی روش اختیار کرو گے تو ہم تمہیں مزید نوازیں گے، اور اگر تم نے ناقدری اور کفرانِ نعمت کا رویہ اختیار کیا تو (جان لو کہ) ہماری سزا بھی بہت سخت ہوتی ہے۔

مسلمانان پاکستان بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے بڑے سخت امتحان اور کڑی آزمائش سے دوچار ہیں اور ہر حساب و کتاب سے ماوراء اور بڑی سے بڑی توقعات سے بھی بڑھ کر جو احسان عظیم قدرت نے کیا تھا اس کی ناقدری و ناشکری اور صریح وعدہ خلافی پر سزا کا ایک بہت سخت کوڑا مشرقی پاکستان کے سقوط اور انتہائی ذلت آمیز شکست کی صورت میں ہماری پیٹھ پر پڑ چکا ہے۔ تاہم واقعہ یہ ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اس قانون کا مظہر ہے کہ:

ولنذ یقنهم من العذاب الادنی دون العذاب الاکبر لعلهم یرجعون(۵)

ہم انہیں (آخری اور) بڑے عذاب سے پہلے چھوٹے عذاب کا مزہ چکھائیں گے شاید کہ یہ (اپنی روش سے) باز آ جائیں۔

یہ درست ہے کہ ۱۹۷۱ء میں ہمیں قیام پاکستان کے اصل مقصد سے انحراف اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے وعدوں کی خلاف ورزی کی سزا بھی بھرپور ملی اور بھارت کے ہاتھوں ایک ذلت آمیز شکست کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے مشرقی بازو کی علیحدگی کا صدمہ بھی جھیلنا پڑا لیکن اس موقع پر بھی مغربی پاکستان کا بچ جانا خالص آسمانی تدبیر کے ذریعے ہوا۔

ورنہ جائزہ لیجے! کہ سقوط مشرقی پاکستان کے بعد بھارت کا مورال کس طرح ایک دم آسمان پر پہنچ گیا تھا، جبکہ ہمارا مورال، اسفل سافلین، کے مصداق پاتال میں پہنچ گیا تھا ہمارے ایک لاکھ کے لگ بھگ جوان اور آفیسر بھارت کے اسیر ہو چکے تھے اور ہمارا کثیر تعداد میں اسلحہ اور دوسرا جنگی ساز و سامان بھارت کے قبضہ میں جا چکا تھا، اور بھارت مشرقی محاذ سے فارغ ہو کر اپنی پوری عسکری قوت کو کامل یکسوئی کے ساتھ مغربی محاذ پر جھونک سکتا تھا۔ ادھر ہمارا حال یہ تھا کہ

ائیر فورس تقریباً مفلوج ہو چکی تھی، نیوی لنگر انداز تھی اور کیماڑی کی بندرگاہ دشمن کی دست برد سے محفوظ نہ رہی تھی۔ رہے میدانی محاذ! تو دو محاذوں پر بھارت کی پیش قدمی جاری تھی یعنی راجستھان میں بھی اور سیالکوٹ کی جانب بھی۔ لے دے کر صرف ایک سلیمانکی سیکٹر تھا جس میں ہماری فورس برقرار Intact تھی، ان حالات میں محتاط ترین اندازے کے مطابق مغربی پاکستان بھارت کے لئے زیادہ سے زیادہ چھ دن کی بات تھی۔

استحکام کی بنیاد آزادی ہے

گویا ہم آزادی کے بعد غلامی سے صرف چھے یوم کے فاصلہ پر رہ گئے تھے۔ آزادی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک گراں قدر نعمت ہے، مگر اسے محفوظ اور مفید بنانے کے لئے کچھ پابندیوں کی ضرورت ہے جن کی نوعیت ایمانی اور اخلاقی ہے۔ آزادی کی ضد غلامی ہے جو ہر حال میں ناپسندیدہ ہے۔ مگر ذہنی غلامی اس کی بدترین صورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد اور فطرتِ سلیمہ کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ اسلام بنی نوع انسان کو ہر نوع کی غلامی سے چھٹکارا دلا کر ایک خدائے واحد کی بندگی میں لانا چاہتا ہے:

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے   حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

آزادی ہر انسان کا ایک فطری حق ہے جو اجتماعی سطح پر کسی قوم یا ملت کا حق بن جاتا ہے۔ اقوام و ملل نے آزادی کے حصول کے لئے بہت طویل اور صبر آزما جدوجہد کی ہے۔ آزادی کا حصول ایک مرحلہ مگر اس کی حفاظت کے تقاضے اور مطالبات اس کے علاوہ ہیں۔ غلامی میں شرفِ آدمیت ختم ہو جاتا ہے اور تکریم انسانیت کی اقدار دم توڑ دیتی ہیں۔ آزادی کی پاسداری کے لئے حریت فکر اور حمیت قومی ہر دور کی یکساں ضرورت ہوتی ہے۔

اپنی آزادی کے حصول کے لئے دوسروں کی آزادی کو سلب کرنا ایک تاریخی جرم ہے جس کا ارتکاب سرخ روس ہو یا سفید امریکہ، دونوں سے سرزد ہوا ہے۔ روس نے اپنے فکری انقلاب کے لئے لاکھوں مقامی باشندوں کو قتل و غارت کا سامان بنایا اور طویل قید و بند کی صعوبتوں

سے دوچار کیا۔ اسی طرح سفید سامراج نے امریکہ میں ریڈ انڈینز کے ساتھ جو سلوک روا رکھا اس کا ذکر کرتے ہوئے سر شرمندگی سے جھک جاتا ہے۔ امریکہ نے اپنی تعمیر کے لئے جس تعداد اور رفتار سے افریقی باشندوں کو غلامی کا جوا پہنایا، یہ تاریخ انسانی کے ماتھے پر ایک بدنما داغ ہے۔ انہیں جس ظلم کے ساتھ بحری جہازوں میں بھر بھر کے لایا جاتا تھا اور جس طرح سے ان کی خرید و فروخت کی جاتی تھی، اس کے تذکرے آج بھی ساحل افریقہ پر سنے جاسکتے ہیں۔ استعماری طاقتوں کے استبدادی، ہتھکنڈوں نے صدیوں تک بعض اقوام کو غلام بنائے رکھا اور ان کے وسائل کا جس بے دردی کے ساتھ استحصال کیا، اس کا ریکارڈ تاریخ کا سیاہ باب ہے۔ ان مجبور اور مظلوم اقوام نے اپنی سیاسی اور فطری آزادی کے حصول کے لئے اس راز کو سمجھ لیا تھا:

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب   اور آزادی میں بحرِ بے کراں ہے زندگی

بیسویں صدی عیسوی کا طلوع اقوامِ عالم کے لئے غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کا دور تھا۔ مشرق و مغرب میں قوموں کی آزادی کے لئے مضبوط اور توانا آوازیں اٹھائی گئیں۔ اجتماعی جدوجہد کی بہت سی تحریکیں اور تنظیمیں وجود میں آئیں ایک طویل اور جاں گسل کشمکش کے بعد انہوں نے آزادی کی نعمت کو حاصل کیا۔ اس سلسلے میں ایشیائی اور افریقی اقوام کو سب سے زیادہ مصائب اور اذیتوں کا شکار ہونا پڑا۔ بنیادی انسانی حقوق کا ڈھنڈورا پیٹنے والی تہذیبوں کو بھی اپنے ماضی کے کردار پر نگاہ دوڑانا چاہئے کہ کس بڑے پیمانے پر انہوں نے اقوام عالم کی آزادی اور حقوق کو کچلنے اور نگلنے کی کوشش کی ہے۔ زمانۂ حال میں بھی ان کا کردار پاکستان، عراق، افغانستان، چیچنیا، کشمیر، فلسطین اور جارجیا وغیرہ میں دیکھا جاسکتا ہے۔

برصغیر پاک و ہند بھی دنیا کے نقشے پر ان علاقوں میں شمار ہوتا ہے، جس کی آزادی کو پامال کرنے کے لئے سات سمندر پار سے سفید فام برطانوی تاجروں کے روپ میں یہاں داخل ہوئے اور اس سونے کی چڑیا کو ہضم کرنے کے لئے مغل حکومت کے اقتدار کے خلاف مسلسل سازشیں کرتے ہوئے بالآخر انہیں تاج و تخت سے محروم کر دیا۔

اسلام حریت و آزادی کا پیغام دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے نام لیواؤں نے ہمیشہ

سے اپنی آزادی کی حفاظت خون دے کر کی ہے۔ برطانوی استبداد کے خلاف ۱۸۵۷ء میں تھانہ بھون اور شاملی کے میدانوں میں مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حافظ ضامن شہید وغیرہ کی تحریک مجاہدین نے ایک منظم جہاد کیا۔ پنجاب میں سکھوں کی عمل داری قائم تھی، جو مسلمانوں کے دینی اور مذہبی حقوق کو نگل رہی تھی۔ اس کے خلاف ۱۸۳۱ء میں بالاکوٹ میں سیّد احمد شہید اور شاہ اسمٰعیل شہید کی قیادت میں ایک بڑا معرکہ بپا ہوا جس میں خونِ شہیداں کام آیا۔ اس معرکہ نے ملت اسلامیہ میں بیداری کی عام لہر پیدا کر دی۔ جس کے نتیجہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں ہوئی، حریت کے علمبردار میسور کے شیر دل حکمراں سلطان فتح علی ٹیپو نے شجاعت اور بہادری کی روایات کو برقرار رکھا۔

۱۸۵۷ء کے مجاہدین کو باغی قرار دے کر ان پر مقدمات چلائے گئے۔ انہیں حبس دوام بعبور دریائے شور کی سزائیں سنائی گئیں، جس کے نتیجے میں مجاہدین جزائر انڈیمان میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے۔ شیخ الہند مولانا محمود الحسن مولانا حسین احمد مدنی مولانا عزیز گل و دیگر علماء کو مالٹا میں قید کر دیا گیا۔ مگر آزادی و حریت کا چراغ ان کی شہادتوں اور قربانیوں کے روغن سے مستقلاً روشن رہا۔

برصغیر میں انیسویں صدی کے ربع آخر اور بیسویں صدی کے ربع اوّل میں پے در پے ایسی شخصیات پیدا ہوئیں جن کے افکار و اعمال سے بیداری کی نئی لہریں پیدا ہوئیں۔ خالص دینی سطح پر مدارسِ دینیہ کا ایک جال پھیل گیا جن میں مختلف حضرات نے اپنے اخلاص و عمل سے دینی اور شرعی روایات کو علمی، تدریسی اور عملی سطح پر برقرار رکھا۔ اسی دور میں قدرت نے علامہ محمد اقبال (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) جیسی شخصیت کو پیدا کیا۔ جس نے فرمایا:

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی   کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری
تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر   مری دانش ہے افرنگی، مرا ایماں ہے زناری

علامہ محمد اقبال اگرچہ خود مغربی نظام تعلیم کے پروردہ تھے اور انہیں مشرق و مغرب کی

بہترین علمی درس گاہوں سے استفادہ کے مواقع ملے، مگر قیامِ انگلستان (۱۹۰۵ء۔۱۹۰۸ء) کے دوران ان کی سیاسی فکر میں ایک واضح تبدیلی پیدا ہوئی۔ ہندو مسلم اتحاد کے ترانے لکھنے والے شاعر نے اب ملت اسلامیہ کو خواب گراں سے بیدار کرنے کا داعیہ اختیار کیا انہیں ایک مستقل اور مخصوص جمعیت میں ڈھلنے کا سبق یوں دیا:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر　　خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار　　قوتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامنِ دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں　　اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی

اقبال تو ۱۹۳۸ء میں راہیِ ملک عدم ہوئے مگر مسلم لیگ کے قیام کے ۳۴ سال بعد لاہور کے مقام پر قراردادِ پاکستان نے اقبال کے خواب کو ایک روشن تعبیر عطا کر دی پھر سات سال کے قلیل عرصے میں بیسویں صدی عیسوی کا سب سے بڑا سیاسی معجزہ اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی صورت میں رونما ہوا۔

۱۴/اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر مسلمانوں کی سب سے بڑی ریاست کی حیثیت سے وجود میں آیا۔ مگر بہت جلد قائداعظم محمد علی جناحؒ، لیاقت علی خانؒ، علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ جیسی بے لوث اور بیدار مغز قیادت سے محروم ہو گیا۔

آئین پاکستان کے سلسلے میں قائداعظم کا نظریہ بہت واضح ہے۔ وہ ایک اسلامی، جمہوری اور فلاحی ریاست کا آئین بنانا چاہتے تھے، پروفیسر عبدالجبار شاکر لکھتے ہیں: آئین کے حوالے سے ان کی متعدد تقاریر ریکارڈ پر موجود ہیں۔ مجھے یہاں ان کی ۲۵ جنوری ۱۹۴۸ء کو کراچی ایسوسی ایشن کے ایک استقبالیہ میں کی جانے والی تقریر کے چند اقتباسات پیش کرنا ہیں۔ مکمل خطاب ان کے مجموعہ ہائے تقاریر میں دیکھا اور پڑھا جا سکتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

> کون کہتا ہے پاکستان کے دستور کی بنیاد شریعت پر نہیں ہوگی؟ جو لوگ ایسا کہتے ہیں، وہ مفسد ہیں۔ ہماری زندگی میں آج بھی اسلامی اصولوں پر اسی

طرح عمل ہوتا ہے جیسا کہ تیرہ سو سال پہلے تھا۔ اسلام نے جمہوریت دکھائی ہے، مساوات اور انصاف کا سبق دیا ہے۔ لہٰذا اسلامی اصولوں پر عمل کرنے سے ہم ہر ایک کے ساتھ انصاف کر سکیں گے۔

اسلام صرف چند رسوم، روایات اور مذہبی اصولوں کا نام نہیں بلکہ مسلمانوں کے سیاسی، اقتصادی و دیگر مسائل کی رہبری کے لئے ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام کی بنیاد صرف ایک اللہ پر ہے۔ انسان انسان میں کوئی فرق نہیں مساوات، آزادی اور بھائی چارہ اسلام کے مخصوص اصول ہیں۔

کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ایک عزم کے ساتھ متحد ہو کر نہ چلے۔ ہم سب پاکستانی ہیں اور مملکت کے لئے ہم سب کو مل کر کام کرنا ہے، قربانیاں دینی ہیں اور وقت پڑے تو جان بھی دے دینا ہے، یہاں تک کہ پاکستان ایک عظیم مملکت نہ بن جائے۔

آئین پاکستان کی حقیقی روح ''قراردادِ مقاصد'' میں موجود ہے۔ اس موقع پر اگر مولانا شبیر احمد عثمانیؒ مولانا سید سلیمان ندویؒ اور مولانا ظفر احمد انصاریؒ جیسے بالغ نظر اکابر نہ ہوتے تو یہ آئینی ڈھانچہ پہلے قدم پر ہی ایک حادثے سے دوچار ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے قراردادِ مقاصد ایک دستوری اساس کے طور پر مابعد کے تمام دستوری خاکوں کا ایک مستقل حصہ رہی۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں بالآخر یہ ایک مستقل دستوری ضابطے کی شکل اختیار کر گئی۔

پاکستان کو بنے ہوئے ۶۲ سال گزر چکے ہیں۔ یہ عرصہ کسی ملک و قوم کی ترقی کے لئے ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ ان عشروں میں دنیا کے درجنوں ممالک نے حیرت انگیز ترقی کی ہے، پاکستان میں ہر نوع کی ترقی کے تمام تر اسباب اور امکانات موجود تھے اور ہیں تو پھر ہم ترقی کی فطری رفتار اور تدریج سے کیوں محروم رہے۔ ایک ایسا سوال ہے جس کی چبھن ہر ذی شعور مسلمان اور پاکستانی محسوس کرتا ہے:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا　　کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس تجزیے سے مقصود کوئی مایوسی پیدا کرنا نہیں کیونکہ مایوسی تو گناہ اور کفر ہے۔ اسلام تو امید اور عزم کا دین ہے۔ آیئے علامہ اقبال کی نظم ''خضر راہ'' کے اس بند سے اپنے لئے ہمت اور قوت کا خزانہ حاصل کریں:

ہو صداقت کے لئے جس دل میں مرنے کی تڑپ　　پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے

پھونک ڈالے یہ زمین و آسمانِ مستعار　　اور خاکستر سے آپ اپنا جہاں پیدا کرے

خرد کو غلامی سے آزاد کر　　جوانوں کو پیروں کا استاد کر

جوانوں کو سوزِ جگر بخش دے　　مرا عشق، میری نظر بخش دے

امریکی غلامی اور ہماری ذمہ داری

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر　　سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

کروڑوں کے اس ملک میں وہ نفوس شاید انگلیوں پر شمار کئے جا سکیں جو عالمی سیاست میں امریکا کو خیر کی علامت سمجھتے ہوں یا جو یہ گمان کرتے ہوں کہ اس کے توسیع پسندانہ اعمال کے لئے ظلم کے علاوہ کسی دوسری تعبیر کے لئے گنجائش موجود ہے۔

آج ضرورت ہے کہ قوم کو اس خوف اور مرعوبیت سے نکالا جائے۔ اس کے لئے لازمی ہے کہ متفرق واقعات کو ایک منظم تاریخی شعور کے ساتھ دیکھا جائے۔ اس دنیا میں کوئی واقعہ اپنی انفرادی حیثیت میں ظہور پذیر نہیں ہوتا اگر ہم ایک نظام فکر کے تحت سوچنے کی عادت ڈال سکیں تو حالات کا فہم آسان ہو جائے گا۔ امریکا کے معاملے کو بھی اسی تناظر میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔

امریکا آج جو کچھ کر رہا ہے پہلے بعض بادشاہ کرتے آئے ہیں۔ ماضی میں برطانیہ روس اور جرمنی اسی پر عمل پیرا تھے۔ دنیا کو مسخر کرنے اور اپنے اقتدار کو توسیع دینے کا سودا ان کے دماغ میں بھی سمایا ہوا تھا۔ امریکی مظالم کے لئے جو تراکیب استعمال کی جا رہی ہیں ان سب کا اطلاق ماضی کی ریاستوں پر ہوتا ہے اور بادشاہوں پر بھی۔ آج عامتہ الناس کو یہ بتانے کی ضرورت

ہے کہ امریکی رویے میں کوئی نیا پن نہیں ہے۔ اگر اقتدار بادشاہوں یا روس اور برطانیہ کا نہیں رہا تو امریکا کا بھی نہیں رہے گا۔ مزید یہ کہ عالمی منظرنامے پر ایک قوت کے طور پر ابھرنے کا اصول ہمیشہ ایک رہا ہے۔ قدرت کسی کے ساتھ امتیازی رویہ کبھی اختیار نہیں کرتی۔ انگریزوں، پرتگالیوں اور امریکیوں، سب کے ساتھ اس نے ایک طرح سے معاملہ کیا ہے۔ عالمی سیاسی جنگیں اصلاً غلبے کے لئے ہوتی ہیں، جن میں غالب کا مذہب اہم ہوتا ہے نہ کہ مغلوب کا۔ یہ صحیح ہے کہ غلبے کے لئے متحرک قوتیں ہر اس عامل کو اپنے حق میں استعمال کرتی ہیں، جن سے انہیں فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ ان میں ایک عامل مذہب بھی ہے۔

عیسائی مذہبی راہنماؤں نے مغربی ممالک کو مسلمانوں کے خلاف متحد کرنے کے لئے اہل مغرب کے مذہبی جذبات کو استعمال کیا جو عیسائی تھے۔ یہ تاریخ کا غیر متنازعہ باب ہے کہ یہودی مسلمانوں کے اقتدار میں زیادہ محفوظ تھے اور عیسائی مغرب نے ان کے لئے زندگی عذاب بنادی تھی۔ دونوں عظیم جنگوں میں عیسائی عیسائیوں سے لڑتے رہے۔ سرد جنگ کے دنوں میں امریکہ نے اشتراکیت کے خلاف عیسائیت اور اسلام دونوں کو استعمال کیا۔ افغانستان میں اسے اسلام کے تصور جہاد میں اپنا فائدہ دکھائی دیا، تو امریکی جرنیل یہاں آ کر اللہ اکبر کے نعرے لگاتے رہے۔ آج ہمیں مسلمانوں کے خلاف عیسائی اور یہودی دونوں متحد نظر آتے ہیں۔

آج اسرائیل کے علاوہ دنیا کا کوئی کمزور یا طاقتور ملک ایسا نہیں جو امریکا سے خوش ہو، لیکن ہمارے سوا کسی نے تصادم یا محاذ آرائی کا خیر مقدم نہیں کیا۔

جس میں نہ ہو انقلاب موت ہے وہ زندگی روح امم کی حیات کشمکش انقلاب

جاپان سے بڑھ کے امریکا کا زخم خوردہ کون ہوگا۔ چین کو جس طرح ہانگ کانگ، تائیوان اور تبت میں الجھایا گیا، ہم پر واضح ہے۔ عراق پر حملہ کرتے وقت اس نے عالمی برادری کو یکسر نظر انداز کیا، ظاہر ہے اس سے کوئی خوش نہیں ہوا۔ جارجیا کے قضیہ نے واضح کر دیا ہے کہ آج بھی روس کے بارے میں امریکی جذبات کیا ہیں۔

اگر ہم امریکا کے ساتھ تعلقات کے ضمن میں دوسرے ممالک کے رویے پر نظر ڈالیں تو ہمیں دو رجحانات ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ تمام ممالک جائز شکایات کے باوجود امریکہ کے ساتھ تصادم سے گریز کرتے ہیں۔ اپنی جغرافیائی حیثیت اور قدرتی وسائل کے اعتبار سے مسلمان سب سے زیادہ یہ صلاحیت رکھتے تھے کہ امریکا ان سے بنا کر رکھتا۔ بدقسمتی سے مسلمان رہنماؤں نے نے سجدہ ریزی اختیار کی اپنی قدر و قیمت کو نہ سمجھ سکے۔

آج مختلف سروے یہ بتاتے ہیں کہ امریکا مخالف جذبات دنیا میں ہر جگہ بڑھ رہے ہیں، کہیں مظاہرے، کہیں حملے اور کہیں جوتے مارے جا رہے ہیں، لیکن تصادم کی راہ صرف مسلمانوں نے اختیار کی ہے۔ یہ تو روس میں بھی نہیں ہوا کہ غیر حکومتی مسلح گروہ منظم ہوتے اور امریکا کو اس جرم کی سزا دینے نکل پڑتے کہ وہ سوویت یونین کے خاتمے کا ذمہ دار ہے۔ اگر یہ مسلمان معاشروں میں ہوا ہے تو تاریخی اسباب کے علاوہ اس کی ایک وجہ اسلام کی تعلیمات ہیں، اور یہ تعلیمات زیادہ بہتر انداز میں مذہبی اداروں میں دی جا رہی ہے۔

امریکہ کی بنیادی غلطی یہ ہے اس نے اپنی عالمی حیثیت کے دفاع کے لئے مادی قوت کو کافی سمجھا اور اخلاقیات کو سرے سے نظرانداز کیا۔ اب اس کے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ اپنی اس حیثیت کو تادیر برقرار رکھ سکے۔ اس کا ادراک امریکا کے اہل دانش کو ہونے لگا ہے۔ اب فوکویاما اور فرید زکریا جیسے لکھنے والے امریکا کا زوال Fall of America جیسے موضوعات پر قلم اٹھانے لگے ہیں۔ قوموں کا عروج و زوال محض دنوں کا معاملہ نہیں ہوتا۔ بعد از امریکا دنیا ظاہر ہے کل پرسوں پر وجود میں آنے والی نہیں۔ لیکن چونکہ یہ نوشتہ دیوار ہے، اس لئے ابھی سے اس کے لئے سوچ بچار کا آغاز ہو گیا ہے کہ امریکا کس طرح بدلتے حالات میں ممکنہ حد تک اپنی جزوی برتری برقرار رکھا سکتا ہے۔

امریکا اگر اپنی اس حیثیت سے محروم ہوتا ہے تو اس کا یہ قطعی مطلب نہیں کہ مسلمانوں کی مشکلات ختم ہو جائیں گی، نئی ابھرنے والی قوت بھی کم و بیش اسی طرح ہو گی۔ کمیونسٹوں کے

مظالم ابھی تک لوگوں کی یادداشت سے محو نہیں ہوئے۔ طاقت کی زبان ہمیشہ ایک رہی ہے۔ مسلمانوں کے دکھ اسی وقت ختم ہوں گے جب وہ قانون قدرت کے تحت خود کو اس کا مستحق ثابت کر دیں گے۔

خورشید صاحب کی یہ رائے ہے امریکا کے بارے میں کوئی رائے قائم کرتے وقت جب یہ سب پہلو سامنے رہیں گے تو اس سے جہاں حقیقت پسندی پیدا ہوگی وہاں امید بھی برقرار رہے گی۔ یہ دونوں مثبت انسانی اقدار ہیں۔ کہ لوگوں کو تصادم کے بجائے تعمیر کا پیغام دیا جائے۔انہیں انتقام کے بجائے مثبت جدوجہد پر آمادہ کیا جائے۔ یہ وہ راستہ ہے جس میں فتح یقینی ہے اور انسان کی پوری تاریخ اس کی گواہ ہے۔ جب قومیں تعمیر کی ٹھان لیں تو پھر فطرت کے تمام قوانین ان کی نصرت پر آمادہ ہوتے ہیں۔ رائے سازوں کا انداز فکر بدلا تو انشاء اللہ قوم کی سوچ بھی بدلے گی۔(۲)

تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا!
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغ حرم اُڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا

استحکام پاکستان کے تقاضے

ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں: اس پس منظر میں ہر صاحب فہم وشعور انسان لامحالہ اسی نتیجے تک پہنچے گا کہ ملک وملت کے استحکام ہی نہیں بقا تک کے لئے حسب ذیل چیزیں ناگزیر اور لازمی ہیں:

ا۔ ایک ایسا طاقتور انسانی جذبہ جو جملہ حیوانی جبلتوں پر غالب آ جائے اور قوم کے افراد میں کسی مقصد کے لئے تن من دھن لگا دینے حتیٰ کہ جان تک قربان کر دینے کا مضبوط ارادہ اور قومی داعیہ پیدا کر دے۔

۲۔ ایک ایسا ہمہ گیر نظریہ جو افرادِ قوم کو ایسے مضبوط ذہنی وفکری رشتے میں منسلک کر کے بنیانِ مرصوص بنادے جو رنگ، نسل، زبان اور زمین کے تمام رشتوں پر حاوی ہو جائے اور اس طرح قومی یک جہتی اور ہم آہنگی کا ضامن بن جائے۔

۳۔ عام انسانی سطح پر اخلاق کی تعمیر نو جو صداقت، امانت، دیانت اور ایفاء عہد کی اساسات کو از سرِ نو مضبوط کردے اور قومی وملی زندگی کو رشوت، خیانت، ملاوٹ، جھوٹ، فریب، ناانصافی، جانبداری، ناجائز اقربا پروری اور وعدہ خلافی جیسی تباہ کن برائیوں سے پاک کردے۔

۴۔ ایک ایسا نظام عدل اجتماعی System of Social Justice جو مرد اور عورت، فرد اور ریاست، سرمایہ اور محنت کے مابین عدل واعتدال اور قسط وانصاف، اور فی الجملہ حقوق وفرائض کا صحیح وحسین توازن پیدا کردے۔

۵۔ ایسی مخلص قیادت جس کے اپنے قول وفعل میں تضاد نظر نہ آئے اور جس کے خلوص واخلاص پر عوام اعتماد کرسکیں۔

تحریک پاکستان کے تاریخی اور واقعاتی پس منظر، اور پاکستان میں بسنے والوں کی عظیم اکثریت کی فکری وجذباتی ساخت، دونوں کے اعتبار سے یہ بات بلاخوف تردید کہی جاسکتی ہے کہ اس ملک میں یہ تمام تقاضے صرف اور صرف دین و مذہب کے ذریعے اسلام کے حوالے سے پورے کئے جاسکتے ہیں، علامہ اقبال مرحوم کے حسب ذیل اشعار ملت اسلامیہ پاکستان کے ضمن میں صد فیصد درست اور کمال صداقت وحقانیت کے مظہر ہیں کہ:

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر — خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک ونسب پر انحصار — قوت مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری
دامن دیں ہاتھ سے چھوٹا تو جمعیت کہاں؟ — اور جمعیت ہوئی رخصت تو ملت بھی گئی!

مرزا غالب کے اس شعر کے مصداق ہے کہ:

تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے!

ہمیں اس مرحلے پر اُن لوگوں سے تو کچھ نہیں کہنا جو کسی حقیقی و واقعی یا مزعومہ و موہومہ ظلم اور زیادتی کے ردّعمل کے طور پر پاکستان کو توڑنے کے درپے ہو گئے ہیں یا کسی سبب سے اس نتیجے پر پہنچ چکے ہوں کہ:

مری تعمیر میں مضمر تھی اک صورت خرابی کی

کے مصداق پاکستان معرض وجود میں آنا ہی غلط تھا۔ لہٰذا اسے بالفعل یا بالقوہ معدوم کر دینا ہی مناسب ہے۔ ایسے لوگوں سے گفتگو کا صغریٰ کبریٰ ظاہر ہے کہ مختلف ہوگا۔ سردست اُن سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم ان تمام لوگوں کو جو پاکستان کی بقا اور سالمیت کے دل سے خواہشمند ہیں دعوت دیتے ہیں کہ پوری دیانت داری کے ساتھ امکانی حد تک غور کریں۔ اور اس ضمن میں حسب ذیل حقائق روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں:

۱۔ تحریک پاکستان سے قطع نظر کہ اس کا تو نعرہ ہی یہ تھا کہ: پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ پاکستان کی لگ بھگ ۶۲ سالہ تاریخ کے دوران واقعہ یہ ہے کہ جو بھی عوامی تحریک اُٹھی صرف اور صرف دین و مذہب کے حوالے سے اُٹھی! ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی ختم نبوت کی تحریکیں تو اس کی ''خالص'' مثالیں ہیں ہی، ۷۱-۱۹۷۰ء، کی بھٹو صاحب کی عوامی تحریک کو بھی فی الواقع، عوامی، بننے کے لئے سوشلزم کو مشرف بہ اسلام کرنا پڑا تھا، اور خالص مساوات کے بجائے ''مساوات محمدی ﷺ'' کی اصطلاح استعمال کرنی پڑی تھی، جس کا شکوہ اُن کے بعض سابق رفقاء کار کو رہا ہے، پھر ۱۹۷۷ء کی پاکستان قومی اتحاد .P.N.A کی تحریک بھی جو ابتدأ خالص سیاسی اور جمہوری تھی، عوامی تب ہی بنی تھی جب اُس نے ''تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ'' کا عنوان اختیار کر لیا تھا۔

اس ضمن میں اگر چہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مارشل لاء نے اپنے دور میں اس جذبے کو مضمحل کرنے اور اس تلوار کو کند کرنے یا عوامی زبان میں اس غبارے کی ہوا نکالنے میں

خاطر خواہ کامیابی حاصل کی ہے لیکن اب بھی یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ پاکستان میں کوئی منفی اور

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ .(۷)

اپنے گھر کو اپنے ہاتھوں سے ڈھاتے ہیں۔

کے مصداق تخریبی تحریک تو کسی دوسری اساس پر اُٹھ سکتی ہے لیکن پاکستان کی سالمیت کو بطور اصول موضوعہ تسلیم کرنے والی مثبت تعمیری تحریک سوائے مذہبی جذبے کے اور کسی بنیاد پر نہیں اُٹھ سکتی۔

یہی معاملہ نظریہ کا ہے کہ پاکستان میں بسنے والوں کی عظیم اکثریت کو ایک بنیان مرصوص بنانے کی صلاحیت رکھنے والا نظریہ صرف اور صرف ایمان ہے اس لئے کہ رشتہ اخوت ایمانی ہی ہے جو رنگ، نسل، زبان اور زمین کے تمام رشتوں سے بالاتر ہو کر پاکستان کے مسلمانوں کو ایک قوم ہی نہیں، ایک امت بلکہ ایک حزب (پارٹی) بنا سکتا ہے اور پاکستان میں قومی یک جہتی اور ہم آہنگی کا ضامن بن سکتا ہے۔ یہاں کوئی نسلی یا لسانی عصبیت ایسی موجود ہی نہیں جو کل پاکستان سطح پر بروئے کار آسکے۔

یہاں یہ وضاحت بھی نامناسب نہ ہوگی کہ الحمدللہ کہ پاکستانی قوم عمل کے اعتبار سے خواہ کتنی ہی تہی دامن اور کوتاہ دست کیوں نہ ہو، اسی طرح فقہی جزئیات میں اُن کے مابین خواہ کتنا ہی اختلاف کیوں نہ ہو جہاں تک اساسی نظریئے یعنی ایمان کا تعلق ہے اس کے ضمن میں اختلاف بھی نہ ہونے کے برابر ہے اور خصوصاً اس کے منبع و سرچشمہ یعنی قرآن کریم کے متن کے ضمن میں تو سرے سے اختلاف کی گنجائش ہی نہیں۔(۸)

جنگی تیاری اور طاقت کا حصول: سانحہ بمبئی کے بعد امریکہ وافغانستان کی طرح بھارت بھی ہماری چھاتی پر سوار ہو گیا ہے۔ الدعوۃ نامی تبلیغی و رفاہی تنظیم کے دفاتر سیل کر دیئے گئے ہیں، الرشید اور الاختر پر پابندی کا اعلان کیا جارہا ہے، ہندوستان فضائی و زمینی حملہ کی دھمکی دے رہا ہے، ان حالات میں استحکام پاکستان کے لئے قرآن کریم نے دشمن کے مقابلہ اور دفاعی و حفاظتی

انتظامات کے لئے قوت اور طاقت کے حصول کو ضروری قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

واعدو الهم ما استطعتم من قوة و من رباط النخيل ترهبون به عدو اللّٰه و عدو كم (۹)

اور ان کے لئے جو قوت بھی تمہاری استطاعت میں ہو تیار رکھو اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے گھوڑ سواروں کے دستے جس سے تم اللہ تعالیٰ کے اور اپنے دشمنوں کو ڈرا سکو۔

اس آیت میں ''قوۃ'' کا لفظ ہر قسم کی طاقت اور جنگی مہارت کے حصول پر دلالت کرتا ہے۔ انہی ارشادات پر عمل کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے فنون حرب کو ترقی دی اور اپنے دور کے اہم ترین جدید ہتھیار استعمال کئے۔ اس دور کے جدید ہتھیاروں میں سے ایک ''دبابۃ'' تھا، یہ ایک خاص قسم کی گاڑی تھی جو موٹا چمڑا منڈھ کر بنائی جاتی اور قلعہ شکنی کے لئے استعمال کی جاتی تھی۔ (۱۰) جسے آج کے دور کا ٹینک کہا جا سکتا ہے۔ دوسری ''منجنیق'' تھی جس کے ذریعہ وزنی پتھر دشمنوں کی طرف برسائے جاتے تھے۔ (۱۱) اسے موجودہ زمانے کی توپ کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح ''ضبر'' دبابے ہی کی طرح ایک آلہ تھا۔ لکڑی پر کھال منڈھ کر اسے چھتری کی طرح بنایا جاتا تھا، تاکہ پیٹھ کو تیر سے محفوظ رکھا جائے۔ (۱۲) نیز ''حسک'' ایک خاردار گھاس ہوتی تھی، جسے قلعہ اور لشکر کے چاروں طرف بکھیر کر راستہ مخدوش کیا جاتا تھا۔ (۱۳) موجودہ دور کی بارودی سرنگیں اسی کی ترقی یافتہ شکل ہیں۔

مقریزی نے لکھا ہے کہ آپ نے طائف کے قلعہ پر ''منجنیق'' نصب کی تھی۔ (۱۴) اور قلعہ کے گرد حسک بکھیری تھی اور دو صحابہ کو شام کے شہر جرش میں دبابے، منجنیق اور ضبور کی صنعت سیکھنے کے لئے بھیجا۔ (۱۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مختلف انداز میں جنگی تربیت حاصل کرنے کی ترغیب دلاتے تھے، لوگوں کو ورزش کی ترغیب دیتے۔ نشانہ بازی کی مشق کا شوق دلاتے اور گھوڑ دوڑ کے

مقابلے منعقد کرواتے اور اول آنے والے گھوڑوں پر انعام دیتے تھے۔(۱۶) آپ کا ارشاد ہے۔

من علم الرفی ثم ترکه فلیس منا.(۱۷)

جس نے تیر اندازی کی مشق سیکھ کر چھوڑ ی وہ ہم میں سے نہیں۔

نیز فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعہ تین آدمیوں کو جنت میں داخل کرتا ہے۔

بنانے والا جو طالب ثواب ہو، چلانے والا اور اٹھا کر دینے والا۔(۱۸)

اور یہی اجر وثواب جدید جنگی ہتھیاروں، ٹینکوں، ہوائی جہازوں اور میزائلوں کی تیاری اور استعمال پر بھی حاصل ہوسکتا ہے۔

طاقت کا حصول جنگ سے بچنے کا واحد ذریعہ ہے: دشمن کو بے بس اور مرعوب کرنے اور کشت وخون سے بچنے کا ایک حربہ طاقت کا حصول ہے تا کہ حریف دشمن مرعوب ہو اس میں مقابلہ کی ہمت ہی نہ ہو، قوت ختم ہو کر رہ جائے اور وہ مسلم ممالک کی پالیسیوں اور فیصلوں کو نظر انداز کرنے کی جرأت نہ کرسکیں۔عباسی دور کا ایک شاعر ابوفراس حمدانی اپنے قصیدہ میں کہتا ہے:

اذا ما ارسل الا مراء جیشا ☆ الی الاعداء ارسلنا الکتابا

یعنی ہماری دھاک کا یہ عالم ہے کہ جہاں دوسرے حکمرانوں کا مقابلہ
کرنے کے لئے لشکر بھیجنا پڑتا ہے وہاں ہم صرف خط بھیج دیتے ہیں اور
وہی فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہوتا ہے۔

حقیقی قوت یہی ہے کہ اپنے آپ کو اتنا طاقتور اور مستحکم کیا جائے کہ جنگ کے بغیر محض وارننگ ہی سے اپنے مقاصد کو حاصل کرلیا جائے۔آج بمبئی واقعہ پر ہندوستان ہمارے ساتھ یہی سلوک کررہا ہے۔

مخبری اور جاسوسی کا انتظام: دشمن کے جنگی منصوبوں، ہتھیاروں اور جنگی صلاحیتوں سے بھی باخبر رہنا ضروری ہے تا کہ اس کا مؤثر توڑ اور دفاع ممکن ہو سکے۔اس کے لئے مخبری اور جاسوسی کا

مؤثر انتظام کیا جائے۔ آپ کی سیرت طیبہؐ سے اس اہم شعبہ کی تنظیم کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ نے بہت سے لوگوں کو اس کام کے لئے مقرر فرمایا۔ بعض اوقات آپ ایک ایک مہم کے لئے متعدد جاسوسوں کو روانہ فرماتے تھے۔(۱۹) مخبری اور جاسوسی کے لئے ایک مستقل متجسس کا تقرر بھی آپ نے فرمایا تھا جس کا کام یہ تھا کہ مخالفین ریاست کی دشمنانہ سرگرمیوں کی اطلاع بہم پہنچائے۔(۲۰)

آج کے جدید سائنسی دور میں دیگر شعبوں کی طرح جاسوسی کا نظام بھی جدید سائنسی بنیادوں پر ترقی یافتہ اور وسعت پذیر ہو چکا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک سیٹلائٹ اور مصنوعی سیاروں کے ذریعہ مختلف ممالک کی خفیہ سرگرمیوں پر کڑی نگاہ رکھے ہوئے ہیں ان کے دفاعی اور جنگی رازوں سے مطلع ہو رہے ہیں۔ اس میدان میں ترقی کر کے ہی ہم دشمن کے عزائم کو ناکام بنا سکتے ہیں۔

نوجوانوں کی لازمی جنگی تربیت اور دفاعی اخراجات میں کمی: ملک کے دفاع کو مضبوط کرنے کے لئے نوجوانوں کی لازمی فوجی تربیت بھی ضروری ہے۔ ملک کے تمام بالغ افراد پر مشتمل ایسی ریزرو فوج ہونی چاہیے، جو جدید ہتھیاروں کو بخوبی استعمال کر سکتی ہو اور امن و جنگ میں ملک کے دفاع کی صلاحیت رکھتی ہو۔ عہد نبوی کے طرز عمل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ریاست مدینہ میں فوج کا کوئی مستقل اور علیحدہ ادارہ موجود نہ تھا بلکہ ہر ایک مسلمان کے لئے اسلامی مملکت کا دفاع فرض تھا۔ اور جوانوں کے لئے فوجی تربیت ضروری تھی، گھوڑ سواری، تیر اندازی، نیزہ بازی اور شمشیر زنی کی مشقیں ہوتی تھیں۔ مسلمان اسے اپنا دینی فریضہ سمجھ کر فنون حرب میں مہارت حاصل کرتے اور جہاد میں شریک ہوتے تھے۔ مجاہدین کو اکٹھا کرنے کے لئے ایک منادی آواز آواز لگاتا تھا۔

یا خیل اللہ ارکبی و بالجنۃ ابشری

اے اللہ کے شہسوار! جہاد کے لئے سوار ہو جاؤ اور جنت کی خوشخبری سنو!

تو سب لوگ جہاد کے لئے دوڑ پڑتے تھے۔ عوام کو لازمی فوجی تربیت دے کر ہم

لاکھوں نوجوانوں پر مشتمل فوج تیار کر سکتے ہیں جو ہمارے دفاعی اخراجات کو کم کر کے معیشت کو متوازن بنا سکتی ہے کیونکہ ہمارے بجٹ کا زیادہ تر حصہ دفاع پر خرچ ہوتا ہے اور لازمی تربیت سے فوج پر خرچ ہونے والے اخراجات کو کم کر کے اقتصادی صورت حال کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ مگر یہ خیال رہے کہ یہ تربیت محض رسمی نہ ہو بلکہ جدید خطوط پر مکمل فوجی تربیت دی جائے اس طرح یہ ملک عظیم ترین فوجی قوت بن سکتا ہے۔

دفاعی اور صنعتی میدان میں خود کفالت اور جدید ٹیکنالوجی کا حصول: آج کا دور سائنس اور ٹیکنالوجی کا دور ہے اور حقیقت یہ ہے کہ آج نہ صرف فوجی ساز و سامان کی تیاری بلکہ دیگر تمدنی لوازم بھی سائنس اور ٹیکنالوجی کی رہین منت ہیں اور اس میدان میں کسی ملک اور قوم کا محتاج ہونا اور دوسروں کا دست نگر بنے رہنا اس کی سیاسی غلامی سے بھی زیادہ بدتر ہے کیونکہ اس صورت میں اپنی ضروریات کی فراہمی کے لئے بڑی طاقتوں کا دست نگر بن کر ان کی من مانی شرائط کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

ترهبون به عدو الله

کا مقصد بھیک کے چند ہتھیاروں کو جمع کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا، اس کے لئے بذات خود جدوجہد اور خود کفیل بننے کی ضرورت ہے تا کہ بڑی طاقتوں کے چنگل سے نکل کر ایک آزاد اور خود مختار قوم کی حیثیت سے زندہ رہ سکیں۔ اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ ﷺ سے بھی ہمیں رہنمائی ملتی ہے کہ آپ نے دو صحابیوں حضرت عروہ بن مسعودؓ اور حضرت غیلان بن سلمہؓ کو شام کے شہر ''جرش'' میں دبابے، منجیق اور ضبور کی صنعتیں سیکھنے کے لئے بھیجا تھا۔ (۲۱) اس مجلہ میں پروفیسر زیبا افتخار کا مستقل مضمون اسی پہلو پر موجود ہے۔

استحکام پاکستان کے اہم نکات

ملکی استحکام اسی وقت حاصل ہوگا جب محسنین کو یاد رکھا جائے گا، اگر انہیں بھلا دیں یا ذاتی مفاد کے لئے جیل میں ڈال دیں تو آئندہ کوئی اس ملک کے لئے قربانی نہیں دے گا، اسلامی

نقطہ نظر سے مسلم و غیر مسلم شہریوں کی جان و مال آبرو کو مکمل تحفظ حاصل ہے، اگر ہم خود ان پر جہازوں سے بمباری کریں یا غیر مسلموں اور ان کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچائیں تو اس سے قومی جذبات مجروح ہوں گے، واضح رہے ۶ ـ ۷ جنوری ۲۰۰۸ء کے اخبارات کے مطابق صدر مملکت نے پاکستان کا سب سے بڑا اعزاز ایوارڈ ہلال پاکستان امریکہ کے چوتھے درجہ کے ایک عہدیدار رچرڈ باؤچر نائب وزیر خارجہ کو دیا ہے، جبکہ حال یہ ہے کہ پچھلے ۱۰۰ دنوں میں امریکہ نے ۳۸ بار پاکستان پر میزائل سے حملہ کیا، زمینی حملہ کیا، جس میں دوسو سے زائد پاکستانی شہید ہوئے ہیں؟ ملک کے کسی صوبہ یا حصہ کو اگر وسائل کی فراہمی میں نظر انداز کیا جائے تو یہ احساس محرومی اسے ہم سے جدا کرنے کا سبب بنے گی، جیسا کہ بنگلہ دیش میں ہوا، اپنی حکومت کو دوام دینے کے لئے اگر عدل کی فراہمی میں رکاوٹ ہو جج یا عدلیہ آزاد نہ ہوں تو مظلوم سے کبھی امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ ملک کے لئے قربانی دے گا جب لوگوں کو کسی ملک سے کچھ ملتا ہے تو وہ بھی اس ملک کو کچھ دینے کے لئے تیار ہوتے ہیں، صورت حال یہ ہے کہ ملک میں زکوٰۃ کا نظام ہے، لیکن سیاسی بنیادوں پر زکوٰۃ کی تقسیم ہوتی ہے، ممبران تمام سیاسی بنیادوں پر مقرر کئے جاتے ہیں، جس سے عوام کی کفالت نہیں ہو رہی ہے، یہی صورت حال بیت المال کی ہے۔

خواتین جو اس ملک کی ساٹھ فیصد کے قریب شہری ہیں، انہیں غیرت کے نام پر روایت کے نام پر زندہ درگور کیا جائے یا دشمن کو نشانہ بنانے کے لئے ''کاری'' قرار دے کر قتل کیا جائے، اورارباب حل وعقد اس پر فخر کریں، تو یقین جانئے کبھی ملک کو استحکام حاصل نہیں ہو سکتا، آپ ﷺ نے فرمایا:

کفر کے ذریعہ حکومت قائم رہ سکتی ہے، ظلم کے ذریعہ نہیں۔

خواہ یہ حکومت کسی کی بھی ہو ضرورت ہے، دہشت گردی کے اسباب کو ختم کیا جائے رواداری کا پہلے خود حکومت مظاہرہ کرے پھر عوام سے اپیل کرے۔ ملک میں یکساں نظام تعلیم نافذ کرے جو اسلامی اقدار پر مبنی ہو تو انشاء اللہ یہ ملک دن دونی رات چوگنی ترقی کرے گا، اور ساری

دنیا کے لئے مثال ونمونہ بنے گا۔

غلبہ اسلام کی پیشینگوئیاں!

دشمن خواہ کتنے ہی منصوبے بنائے ہمیں یقین ہے اسلام غالب رہے گا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اپنی مسند میں حضرت مقداد بن الاسودؓ سے یہ روایت نقل فرمائی ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

> روئے زمین پر نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر رہ جائے گا نہ اونٹ کے بالوں کے کمبلوں سے بنا خیمہ، جس میں اللہ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کردے! خواہ کسی سعادت مند کو عزت دے کر خواہ کسی بدبخت کی مغلوبیت کے ذریعے۔

یعنی یا تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو عزت عطا فرما دے گا اور کلمہ اسلام کا قائل وحامل بنا دے گا یا انہیں مغلوب فرما دے گا کہ اسلام کے محکوم بن جائیں۔

حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قولِ مبارک پر میں نے اپنے دل میں کہا:

> پھر تو (واقعتہً) دین کل کا کل اللہ ہی کے لئے ہو جائے گا! (۲۲)

امام مسلمؒ نے حضرت ثوبانؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

> میرے لئے کل زمین کو لپیٹ دیا گیا۔ چنانچہ میں نے اس کے (تمام) مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔ اور یقیناً میری امت کی حکومت اس پوری زمین پر قائم ہو کر رہے گی جو میرے لئے لپیٹی گئی۔

قرآن کریم کے ان واضح اشارات اور نبی اکرم ﷺ کی ان صریح پیشنگوئیوں کے بعد بھی اگر کسی کے دل میں اسلام کے عالمی غلبے کے بارے میں کوئی شک یا شبہ باقی رہے تو یہ ایمان کے فقدان یا کم از کم شدید ضعف کی علامت ہے۔

شاہ ولی اللہ دہلوی کی رائے: یہی وجہ ہے کہ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف ازالۃ الخفا عن خلافۃ الخلفاء میں وجوب قیام خلافت پر بحث کرتے ہوئے جہاں بعض دوسری آیات کا بھی حوالہ دیا ہے وہاں سورۂ توبہ، سورہ فتح اور سورۂ صف کی محولہ بالا آیت پر تفصیلاً بحث کی ہے۔

اور اس کے اصل مفہوم کو متذکرہ بالا احادیث کی روشنی میں واضح کیا ہے، جس سے یہ بات دو اور دو چار کی طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ بالآخر پورے کرۂ ارضی پر اللہ کے دین کا غلبہ اسی طرح ہو کر رہے گا جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں جزیرہ نمائے عرب پر ہو گیا تھا۔

اقبالؒ نے آنے والے دور کی دھندلی سی ایک تصویر دیکھ لی تھی جب یہ فرمایا تھا کہ:

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش ☆ اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی
پھر دلوں کو یاد آ جائے گا پیغام سجود ☆ پھر جبیں خاکِ حرم سے آشنا ہو جائے گی
آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آ سکتا نہیں ☆ محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے ☆ یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

پاکستان کے بقا و استحکام کے لئے جو امور لازمی اور ناگزیر ہیں وہ سب کے سب ایک ہی سمت میں اشارہ کر رہے ہیں اور وہ ہے ''اسلامی انقلاب'' کی سمت، البتہ ایک قیادت کا مسئلہ ایسا ہے جو بظاہر ٹیڑھی کھیر نظر آتا ہے اور بلی کی گردن میں گھنٹی باندھنے کے مترادف بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اسلامی انقلاب کے لئے لامحالہ ایک ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو ایک جانب مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے علماء حق کا اعتماد حاصل کر سکے، دوسری جانب جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی مطمئن کر سکے اور تیسری جانب عوام میں بھی مقبولیت حاصل کر سکے۔ اور فی الوقت بظاہر احوال جو کچھ نظر آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ:

نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو ☆ ترس گئے ہیں کسی مرد راہ داں کے لئے

کے مصداق شاید یہ امت مسلمہ کی کوکھ ایسے سپوتوں کے اعتبار سے بانجھ ہوگئی ہے تاہم نوید قرآنی ہے:

اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا(۲۳)

جان لو کہ اللہ زمین کو مردہ ہوجانے کے بعد زندہ کردیتا ہے۔

کی روسے امید رکھنی چاہئے کہ امت کی سوکھی کوکھ بھی ازسرنو ہری ہوسکتی ہے۔ بہرحال! اس ضمن میں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ ایسی قیادت نہ آسمان سے نازل ہوگی نہ ہی کہیں سے درآمد کی جاسکتی ہے۔ بلکہ اس کے وجود میں آنے کی واحد صورت یہی ہے کہ اللہ کو منظور ہوا تو اسی جدوجہد کے دوران وہ قیادت بھی ابھر کر سامنے آجائے گی اور اسے عوام وخواص سب کا اعتماد بھی حاصل ہوجائے گا۔ (۲۴)

ہم نے ملکی استحکام کے لئے تیسری سالانہ صوبائی سیرت النبی کانفرنس ۸۔۲۰۰۷ء کا عنوان:

''استحکام پاکستان کی بنیادیں سیرت طیبہؐ کی روشنی میں''

رکھا تھا۔ آج جب کہ ''پاکستان نہ کھپن کی'' صدائیں ایک دفعہ پھر بلند ہونے لگی ہیں پہلے سے زیادہ شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی ہے کہ ہم اپنے معاملات ورویوں پر نظر ثانی کریں، کانفرنس میں پورے سندھ سے شرکاء نے اردو، عربی، انگریزی، سندھی میں اپنے تحقیقی مقالات پیش کئے، جنہیں اس شمارہ میں پیش کیا جارہا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں سیرت طیبہ میں آج بھی وہ تاثیر موجود ہے کہ اسے اپنا کر نہ صرف ذاتی زندگی بلکہ اجتماعی زندگی میں بھی انقلاب لایا جاسکتا ہے۔

لا یمکن لثناء کما کان حقہٗ ☆ بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہماری اور ہمارے جملہ احباب کی اس خصوصی کاوش کو قبول فرمائے۔ جن حضرات نے دامے درمے سخنے ہمارے ساتھ تعاون کیا بالخصوص سرسید انجینئرنگ یونیورسٹی کے وائس چانسلر نظامی صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں، دعاء ہے اللہ تعالیٰ اس مملکت

خداداد کو تمام استعماری قوتوں سے محفوظ فرمائے، اسے استحکام و دوام بخشے، اور اس قابل بنائے کہ یہ ملک امت مسلمہ کی قیادت و رہنمائی کرے۔ (آمین)

اے خاصہ خاصانِ رسل وقت دعا ہے ☆ امت پہ تری آکے عجب وقت پڑا ہے
وہ دیں جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے ☆ پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے

ایک خواہش اور تڑپ ہے کہ ملک عظیم سے عظیم تر ہو، دین اسلام کی سربلندی ہو، اس طویل اداریہ کا خاتمہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے اس شعر پر کرتا ہوں:

عقل کہتی ہے ناداں نہ ہو گمراہ نہ ہو ☆ عشق کہتا ہے کیا لطف اگر چاہ نہ ہو
سوزش عام ہو تب آگ سے اٹھتا ہے دھواں ☆ عشق کامل کا جو دعویٰ ہے تو پھر آہ نہ ہو؟

چیف ایڈیٹر

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

حواشی و حوالہ جات

۱۔ سورہ حج، آیات ۷۷ تا ۷۸
۲۔ ندوی، وصی مظہر، تکبیر کراچی، ۲۰ راگست، ۹۸ء
۳۔ روزنامہ امن کراچی، ۱۶ ردسمبر ۱۹۹۸ء
۴۔ سورہ ابراہیم، آیت ۷
۵۔ سورہ سجدہ، آیت ۲۱
۶۔ جنگ کراچی ۲۸ اکتوبر ۲۰۰۸ء
۷۔ سورہ حشر، آیت ۲
۸۔ اسرار احمد، ڈاکٹر، استحکام پاکستان کا واحد ذریعہ اسلامی انقلاب ہے، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۶۹

۹۔ سورہ انفال، آیت ۶۰

۱۰۔ روض الانف للسہیلی فصل ذکر تعلیم اہل الطائف، مطبوعہ مصر، ۱۳۳۲ھ، ج ۱، ص ۹۱، اور البدایۃ والنہایۃ ج ۴، ص ۳۴۸

۱۱۔ ایضاً

۱۲۔ ایضاً

۱۳۔ ایضاً اور مقریزی امتاع الاسماع حصن الطائف، ص ۴۱۸

۱۴۔ مقریزی، ص ۴۱۸

۱۵۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۳۴۵

۱۶۔ خطبات بھاولپور، ڈاکٹر محمد حمید اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۸۵ء، ص ۲۴۲

۱۷۔ مشکوۃ المصابیح، باب اعداد وآلۃ الجہاد اور صحیح مسلم

۱۸۔ ایضاً، اور سنن ترمذی وابن ماجہ

۱۹۔ مثلاً دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب المغازی

۲۰۔ التراتیب الاداریہ للکتانی، مطبوعہ رباط، ۱۳۴۶ھ، ج ۱، ص ۳۶۱

۲۱۔ البدایۃ والنہایۃ، ج ۴، ص ۳۴۵

۲۲۔ واضح رہے کہ حضرت مقدادؓ کے ان الفاظ میں اشارہ ہے سورۂ انفال کی آیت نمبر ۳۹ میں واردشدہ ان الفاظ مبارکہ کی جانب کہ ترجمہ: اور جنگ کرتے رہو ان سے یہاں تک کہ فتنہ بالکل ختم ہو جائے اور دین کل کا کل اللہ ہی کے لئے ہو جائے۔

۲۳۔ سورۂ حدید، آیت ۱۷

۲۴۔ استحکام پاکستان کا واحد ذریعہ اسلامی انقلاب، ڈاکٹر اسرار احمد، مرکزی انجمن خدام القرآن، لاہور، ۱۹۸۶ء،

مذاکرہ

بعنوان

اکیسویں صدی میں قرآن وعلوم القرآن کے فروغ اوراس سے استفادہ میں کمپیوٹر کا حصہ

قارئین کرام جیسا کہ آپ کے علم میں ہے بہت سے افراد وادارے قرآن کریم پر اپنے اپنے طور سے مختلف النوع خدمات انجام دے رہے ھیں بے شمار ویب سائٹ اور سافٹ وئیر تیار ہوچکی ہیں۔ مختلف ڈکشنریز پروگرام تیار کیئے جارہے ہیں۔

اس مذاکرہ کے انعقاد کا مقصد ایسے افراد کے درمیان رابطہ قائم کرنا، باھم معلومات کا تبادلہ کرنا اور جو کام ہو چکا ہے اس کی روشنی میں مزید پیش قدمی کر نا اور ایسی کاوشوں کی نشر واشاعت کرنا ہے۔

لھذا گذارش ہے ایسے افرادواداروں کی نشاندھی کی جائے جو کسی بھی زاویہ سے اس پہلو پر کام کرر ہے ہوتا کہ اس مذاکرہ میں انھیں بھی مدعو کیا جاسکے۔

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

Tel : 021-9206316-7
Fax : 021-9206318

Mufti Feroz uddin Hazarvi

No. Advisor to C.M. Sindh/ 2008/ 138

**ADVISOR TO
CHIEF MINISTER SINDH**

Off: Room No. 2-B. M.P.A. Hostel, Karachi

Karachi dated: 21-7- 2008

MESSAGE

It gives me immense pleasure to learn that Anjuman Asatidah Uloom-e-Islamia Colleges, Karachi is going to organize Provincial Serrat-un-Nabi (P.B.U.H) Conference in 2008. It is a matter of great satisfaction that the ensuing noble Conference is a sincere efforts of the Organizer towards learning from scholarly discourse of renowene scholars and Ulema for the students of Seerat.

I do earnestly hope that the said Conference becomes more important especially in the present era when the muslim ummah is facing so many critical challenges of various nature. The learning about preaching and sunnah will be a source in eliminating religious extremism, sectarianism and will be a source to keep the all on right path.

I pray May Allah bestow for this noble cause.

(MUFTI FEROZUDDIN HAZARVI)

Phone # : 9203658-9
Fax # : 9203660

Abdul Haseeb

PS/MIN/AUQAF/7/08

MINISTER FOR AUQAF
GOVERNMENT OF SINDH

Karachi Dated : 24- 7 - 2008

جناب پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ حضرات تیسری صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس بعنوان

استحکام پاکستان کی بنیادیں

سیرت طیبہؐ کی روشنی میں

منعقد کر رہے ہیں اور اس سے قبل بھی سیرت طیبہؐ کے تناظر میں مذہبی رواداری، غیر مسلموں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک جیسے شاندار موضوعات پر کانفرنسوں کا انعقاد کر چکے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں سیرت طیبہ ایک ایسا بہترین نمونہ ہے جس پر عمل کر کے ہم انفرادی واجتماعی زندگی میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔

اس وقت ہمیں جس چیز کی سخت ضرورت ہے وہ باہمی اتحاد اور ملکی استحکام ہے ملک اندرونی وبیرونی خلفشار کا شکار ہے ان حالات میں اس موضوع پر کانفرنس اندھیرے میں اجالا کرنے کے مترادف ہے۔

آپ حضرات کی یہ مساعی انتہائی قابل مبارکباد ہے،

میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اپنے نیک ارادوں میں کامیاب کرے یہ کانفرنس ملکی استحکام میں معاون ومددگار ہو۔

میں اپنی وزارت اور حکومت سندھ کی جانب سے مکمل تعاون کا یقین دلاتا ہوں

خیر اندیش

عبدالحسیب

NED UNIVERSITY OF ENGINEERING & TECHNOLOGY
UNIVERSITY ROAD, KARACHI-75270, PAKISTAN

A. Kalam C.Eng.
M.A., B.Sc., F.I.E.T.
F.I. Mech. E., F.C.I.L.T
VICE-CHANCELLOR

Tel: (92-21) 9261253, 9261262-68/2242
Fax: (92-21) 9261205
E-mail: vc@neduet.edu.pk
Website: http://www.neduet.edu.pk

Message

It is good that Professor Salahuddin Sani intends publishing his Research Publication again on the occasion of the Conference regarding Sirat-un-Nabi (SAW) scheduled during the month of Rabiul Awal this year. The subject of this publication would apparently be Islamic Studies, it is hoped that this publication would also be translated into other languages including English

There are some Universities in our country such as the NED University of Engineering and Technology, where the medium of instruction has of necessity to be the English Language because of compulsion of higher learning as well as employment abroad. It is in these Universities that the need for English translations of Research publications dealing with the type of subjects being dealt with by Prof. Salahuddin Sani is being felt – especially now-a-days to counter false propaganda against Islam. It is hoped that the translation of this publication would, to considerable extent, fulfil these requirements.

A. Kalam
Vice-Chancellor

شیخ الجامعہ

کراچی یونیورسٹی، کراچی

پیغام

جناب پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی صاحب

السلام علیکم!

مجھے یہ جان کر بے حد مسرت ہوئی کہ آپ حضرات تیسری صوبائی سیرت النبی ﷺ کانفرنس بعنوان ''استحکام پاکستان کی بنیادیں۔ سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں'' منعقد کر رہے ہیں اور اس سے قبل بھی سیرت طیبہ ﷺ کے تناظر میں مذہبی رواداری، غیر مسلموں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک جیسے شاندار موضوعات پر کانفرنسوں کا انعقاد کر چکے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں سیرت طیبہ ﷺ ایک ایسا بہترین نمونہ ہے جس پر عمل کر کے ہم انفرادی و اجتماعی زندگی میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں۔

اس وقت ہمیں جس چیز کی سخت ضرورت ہے وہ باہمی اتحاد اور ملکی استحکام ہے ملک اندرونی و بیرونی خلفشار کا شکار ہے ان حالات میں اس موضوع پر کانفرنس اندھیرے میں اُجالا کرنے کے مترادف ہے۔

آپ حضرات کی یہ مساعی انتہائی قابل مبارکباد ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو اپنے نیک ارادوں میں کامیاب کرے اور یہ کانفرنس ملکی استحکام میں معاون و مددگار ہو۔

خیر اندیش

۱۰ر ستمبر ۲۰۰۸ء

(پروفیسر ڈاکٹر پیرزادہ قاسم رضا صدیقی)

National Forum of Thinkers

A-92, Block-15-A/5, Buffer Zone, North Karachi.
Ph: 6990100 , M-0300-9207353

President:
Prof. A.K. Shams,
Former Member,
Parliament of Pakistan.

Vice-President:
Qaiser A. Shaikh,
Former Member,
Parliament of Pakistan.

Secretary-General:
Prof. Khawaja Qamrul Hasan

Chief Organizer:
Syed Azhar Hasan

Additional Secretaries General:
Prof. Izhar-ul-Hasan Haideri
Prof. Mujeebur Rahman
Prof. Dr. Ferhat Azeem

Secretary Finance:
Muhammad Zubair, Advocate

Deputy Secretary-General:
Engr. Shafeeq A. Siddiqui

MESSAGE FOR HE IN TIATIVE THAT
ABOUNDS WITH GRACE

It has given me a great deal of pleasure to know that Anjuman Usatzah Uloom Islamia Colleges of Sindh, deeply animated by what stands identitfied as masterfully interwoven fabric of islam's unfettered graceful provisions, has decided to hold a SEMINAR on PAKISTAN'S STABILITY UNDER THE WARM MANTLE OF SEERAT TAIABAH.

Of great importance is the fact that Pakistan, created in the name of ISLAM through supreme sacrifices of lives and properties, urgently needs higher priority irrigation and evolutionary strategy in the light of SEERAT TAIABAH to build what has not been built to which the whole nation remains increasingly beholden.

It can be said without any reservation that Anjuman Usatzah Uloom Islamia Colleges is the only organization of the highly qualified and devoted teachers of Colleges of Sindh that has been bolstering the importance of Islamic illumination flares through various productive activities such as Seminars, Projection meetings, Symposia and publication of magazines and souvenir.

In this mighty world where different ideologies, conflicting ideas and blue sky thinking are boilings from emotional priorities, commandments of ALLAH(SWT), contained in the HOLY QURAN, and SEERAT TAIABAH are effectively rainbowing on the human horizon in an ascending order of reformatory formefulness, paving the way for the human beings to emerge as constelation ofadmirors of human peace and happiness and to unitedly try to heal the legacy of fears, tears and frustration.

I wish the SEMINAR a great success so that the efforts of the Anjuman Usatzah Uloom Islamia Colleges to build Pakistan stronger than ever before in the light of SEERAT TAIABAH could sparkle in clarity.

Prof. A.K. Shams

ڈاکٹر محمد اسعد تھانوی

ڈپٹی سیکریٹری جنرل جمعیت علمائے اسلام پاکستان

چیئرمین ملی یکجہتی کونسل سندھ

مہتمم جامعہ اشرفیہ سکھر

ایڈیٹر ماہنامہ "الاشرف" کراچی

کنگز انٹرپرائزز، پہلی منزل، سیدہ چیمبر، SB-4،

بلاک 13-C، گلشن اقبال، مین یونیورسٹی روڈ، کراچی

فون آفس: 021-4830512-3

فون رہائش: 021-4983323

موبائل: 0300-8240458

0300-9244516

حوالہ نمبر: MAT/2008/091

تاریخ: 23.08.2008

تیسری صوبائی سیرت النبیؐ کانفرنس

پیغام

مجھے یہ جان کر انتہائی مسرت ہوئی کہ انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کراچی نے 2008ء کیلئے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ولادت با سعادت کو شایانِ شان طریقے سے منانے کیلئے تیسری صوبائی سیرت النبی کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا ہے۔

قرآن نے بھی مسلمانوں کو دین کی دعوت حکمت کے ساتھ دینے کی تعلیم دی ہے تاکہ لوگ اسلام کے اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ تعلیم سے متاثر ہوکر اسلام کا حصہ بنتے چلے جائیں اور خود مسلمانوں میں رواداری ومحبت کو فروغ حاصل ہو اور فرقہ واریت اور کشت وخون کا خاتمہ ہو۔

یہ بات قابلِ فخر ہے کہ "انجمن اساتذہ علوم اسلامیہ کالجز کراچی" نے اساتذہ کرام میں تصنیف وتالیف کے ذوق کے فروغ دینے کیلئے سیمینار کا انعقاد کیا تھا اور اب صوبائی سیرت النبی کانفرنس کا پروگرام ہے۔

اس کاوش میں جو تمام لوگ شامل ہیں میں ان کے لئے خاص طور سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو کامیاب کرے اور آئندہ بھی اس قسم کی تقریبات منعقد کرنے کا حوصلہ دے۔ (آمین)

(ڈاکٹر مولانا محمد اسعد تھانوی)

قارئین و محققین کیلئے مختصر تعارف

ششماہی علوم اسلامیہ انٹرنیشنل

اردو، عربی، انگریزی، سندھی

قیمت: 200 روپے، پاکستان میں ڈاک خرچ 35 روپے

مجلّہ حکومت پاکستان کی وزارت اطلاعات سے منظور شدہ و رجسٹرڈ ہے جلد ایچ ای سی اسلام آباد سے بھی منظور ہو جائے گا۔ انشاءاللہ

امریکہ کے عالمی انٹرنیشنل ادارہ الرش پیرو ڈیکل (AL-Rich's Periodicals) میں درج کرلیا گیا ہے اور ۲۰۰۷ء کی سپلیمنٹ ڈائریکٹری میں شائع ہو چکا ہے۔

اس کے علاوہ فرانس کے انٹرنیشنل سینٹر (International Centre) نے بھی بحیثیت "تحقیقی مجلّہ" خصوصی نمبر ISSN 1994-2397 الاٹ کردیا ہے۔ دنیا بھر میں اس مجلّہ کا مفت مطالعہ کیا جاتا ہے۔ یونیورسٹیز و دینی مدارس کے محققین کے علمی مقالات مجلّہ میں شایع ہوتے ہیں۔ سال میں دو شمارے شایع ہوتے ہیں پہلا شمارہ محرم تا جمادی الثانی مطابق جنوری تا جون سیرت النبیؐ نمبر ہوتا ہے دوسرا شمارہ رجب تا ذی الحج مطابق جولائی تا دسمبر جنرل موضوعات پر مشتمل ہوتا ہے اب تک نو شمارے شائع ہو چکے ہیں دسواں شمارہ زیر اشاعت ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ ۲۰۰۵ء کا پہلا شمارہ سیرت النبیؐ کا مذہبی رواداری نمبر تھا (۴۲۸ صفحات)

۲۔ ۲۰۰۵ء کا دوسرا شمارہ تعلیم و تحقیق نمبر تھا (۴۶۸ صفحات)

۳۔ ۲۰۰۶ء کا پہلا شمارہ سیرت النبیؐ نمبر تھا (۵۹۲ صفحات)

۴۔ ۲۰۰۶ء کا دوسرا شمارہ شیخ الاسلام پاکستان علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نمبر تھا (۳۶۴ صفحات)

۵۔ ۲۰۰۷ء کا پہلا شمارہ سیرت النبیؐ پر غیر مسلموں کے حقوق اور ان سے حسن سلوک نمبر تھا (۶۴۰ صفحات)

۶۔ ۲۰۰۷ء کا دوسرا شمارہ اسلامی و عربی زبان و ادب نمبر تھا (۶۷۵ صفحات)

۷۔ ۲۰۰۸ء کا پہلا شمارہ سیرت النبیؐ نمبر تھا (۶۲۴ صفحات)

۸۔ ۲۰۰۸ء کا دوسرا شمارہ علوم القرآن نمبر تھا (۸۴۴ صفحات)

۹۔ ۲۰۰۹ء جنوری تا جون پہلا شمارہ سیرت النبیؐ نمبر ''استحکام پاکستان کی بنیادیں سیرت طیبہ کی روشنی میں'' ہے۔

۱۰۔ ۲۰۰۹ء کا جولائی تا دسمبر دوسرا شمارہ علامہ سید سلیمان ندویؒ اور مولانا محمد علی جوہرؒ حیات و خدمات نمبر ہوگا۔

۱۱۔ ۲۰۱۰ء جوری تا جون سیرت النبیؐ نمبر ہوگا۔

۱۲۔ ۲۰۱۰ء جولائی تا دسمبر جس میں عہد حاضر کے جدید اجتہادی فقہی مسائل پر مقالات شامل اشاعت ہوں گے۔

مجلّہ میں ترجیحی طور پر صرف وہ مضامین شایع کئے جاتے ہیں جو اصول تحقیق کے مطابق مکمل حوالہ جات کے ساتھ ہوں۔

چیف ایڈیٹر : پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

خط و کتابت کیلئے ہیڈ آفس

مکان نمبر 162 سیکٹر L/8 اورنگی ٹاؤن کراچی

0300266476